هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر و پبلشر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
سالانہ - معاونین ۱۲ر - عام خریدار ۵ر - ششماہی ۳ر - بیرون ہند ۸ شلنگ
قیمت فی پرچہ ۱ر - منیجر: رشید احمد خان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۳۹ء | نمبر ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ مارچ ۳۹ء

خدام الاحمدیہ کا قیام اس فوج کی روحانی ٹریننگ ہے جس نے احمدیت کے مخالفین کا مقابلہ کرنا ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے خدام الاحمدیہ کو

گذشتہ پانچ چھ خطبات

میں ایسے امور کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جن کی طرف توجہ کرکے وہ جماعت کے لوگوں میں بیداری اور دینداری پیدا کر سکتے ہیں۔ اور نوجوانوں کا گروہ ہی ایک ایسا گروہ ہے۔ جس کی زندگی پر

قومی زندگی کا انحصار

ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی اگلی پود کا درست ہونا قومی عمر کو نہایت لمبے عرصہ تک پھیلا دیتا ہے۔ مثلاً اگر انسان کی اوسط عمر ساٹھ سال سمجھی جائے۔ اور نوجوانوں کی جماعت درست ہو جائے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ اگر نوجوانوں کو بیس سال کا بھی فرض کر لیا جائے۔ تو اس قوم کی عمر مزید چالیس سال تک لمبی ہو سکتی ہے۔

ایک ساٹھ سالہ بوڑھے کی درستی صرف ایک یا دو سال تک قوم کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ایک پچاس سالہ عمر والے انسان کی درستی اوسطاً دس سال تک قوم کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ایک چالیس سالہ شخص کی درستی اندازاً بیس سال تک قوم کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اور تیس سالہ عمر والے کی درستی قوم کو اندازاً تیس سال تک فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ لیکن اگر

بیس سالہ نوجوانوں کی درستی

کر دی جائے۔ تو وہ چالیس سال تک قوم کو فائدہ پہنچا سکتے اور اسکی خصوصیات اور روایات کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اور چالیس سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ انسان کی اوسطاً عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہے۔ اور ادھر دس گیارہ سال کا لڑکا

جوانی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اسلئے درحقیقت اگر نوجوانوں کی درستی کر لی جائے۔ تو وہ چالیس سال ہی نہیں۔ بلکہ پچاس سے ساٹھ سال تک

قوم کی حفاظت کا موجب

بن جاتے ہیں۔ اور پچاس ساٹھ سال تک کسی قوم کو نشوونما کا موقعہ مل جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ اگر وہ قوم ہمت والی ہو۔ اگر وہ مشکلات اور مصائب سے گھبرانے والی نہ ہو۔ اگر خدا کے وعدے اور اسکی نصرتیں اس کے ساتھ ہوں۔ اور اگر اس قوم کے نوجوان اور بوڑھے درست ہوں۔ اور ان کا

اخلاقی اور مذہبی معیار

بہت بلند ہو۔ تو وہ پچاس ساٹھ سال کے اندر اندر تمام دنیا پر چھا جانے کے قابل ہو جاتے

ہیں۔ درحقیقت اتار چڑھاؤ ہی ہے۔ جو قوموں کو نقصان پہنچایا کرتا اور ان کی ترقیات کو روک دیتا ہے۔ یعنی ایک وقت تو وہ جوش میں آجاتی اور بڑے زور شور سے کام شروع کر دیتی ہیں۔ مگر دوسرے وقت گر جاتی ہیں۔ ایک وقت تو ان کی ہمتیں نہایت بلند ہوتی ہیں۔ اور وہ مردانہ وار

مصائب کے مقابلہ کا تہیہ

کرکے ترقی کی طرف بڑھنا شروع کر دیتی ہیں۔ مگر دوسرے وقت بالکل دب جاتی اور پستی کی طرف گرنا شروع کر دیتی ہیں۔ ایسی صورت میں اس قوم کی پستی کا زمانہ اس کے ان فوائد کو کمزور کر دیتا ہے۔ جو اس نے اپنی ترقی کے ایام میں حاصل کئے ہوتے ہیں۔ مگر جب تمام قوم کا قدم یکساں طور پر آگے کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہو۔ تو پچاس ساٹھ سال دنیا بھر میں تغیر پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ پس نوجوانوں کو درست کرنے اور ان کے اخلاق کو سدھارنے سے جماعت کو عظیم الشان فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور میں خدام الاحمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ انہیں اپنے کام کی عظمت کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے۔ خدام الاحمدیہ کے وہ ممبر جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ خدام الاحمدیہ دوسری انجمنوں کی طرح ایک انجمن ہے۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ انہیں اس میں شامل رکھا جائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح وہ ممبر جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم ایک کمیٹی بناکر سلسلہ کی خدمت کا جزوی طور پر کچھ کام کریں گے۔ وہ بھی اپنے کام کی اہمیت اور اسکی عظمت سے بالکل ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی قوم کے نوجوانوں کی درستی ہی اصل کام ہُوا کرتا ہے۔ اور یہی کام ہے۔ جو قوموں کی ترقی کے راستہ میں ممد اور معاون ہُوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام پر

ابتدائے زمانہ میں ایمان لانے والے

زیادہ تر جوان ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا۔ کہ بوڑھے بوڑھے اس کے سلسلہ میں شامل ہوں۔ اور چند روز خدمت کر کے وہ وفات پا جائیں۔ اور سلسلہ کی تعلیم کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے کوئی نہ رہیں۔ پس وہ بوڑھوں کی بجائے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنے سلسلہ میں شامل کرتا ہے۔ اور نوجوانوں کی جماعت کو ہی

نبی کی تربیت

میں رکھ کر درست کرتا ہے۔ تاکہ وہ نبی کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اس کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں پھیلا سکیں۔ اور اسکی تعلیم کی اشاعت اور ترویج میں حصہ لے سکیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مبعوث ہوئے۔ تو آپؐ کے مقرب ترین صحابہؓ قریباً سارے ہی ایسے تھے۔ جو عمر میں آپ سے چھوٹے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ سے اڑھائی سال عمر میں چھوٹے تھے۔ حضرت عمرؓ آپ سے ساڑھے آٹھ سال عمر میں چھوٹے تھے۔ اور حضرت علیؓ آپ سے ۲۹ سال عمر میں چھوٹے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بھی ۲۰ سال سے لے کر ۲۵ سال تک آپ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ یہ

نوجوانوں کی جماعت تھی جو آپؐ پر ایمان لائی

اور اس جوانی کے ایمان کی وجہ سے ہی مسلمانوں کی جماعت کو یہ فائدہ پہنچا۔ کہ چونکہ یہ ایک لمبے عرصہ تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت میں رہے تھے۔ اور پھر ان کی عمریں چھوٹی تھیں۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد بھی یہ لوگ ایک عرصۂ دراز تک لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعوئ نبوت کے بعد ۲۳ سال کے قریب زندہ رہے ہیں۔ اب اگر ساٹھ سالہ بوڑھے ہی آپؐ پر ایمان لاتے۔ اور نوجوان طبقہ اس میں شامل نہ ہوتا۔ تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں سے اکثر مکہ میں ہی وفات پا جاتے۔ اور مدینہ کے لوگوں کے لئے نئی ٹریننگ شروع کرنی پڑتی۔ کیونکہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ پہنچتے۔ تو پہلی تمام جماعت ختم ہو چکی ہوتی۔ اور آپ کو ضرورت محسوس ہوتی۔ کہ ایک اور جماعت تیار کریں۔ جو اسلام کی باتوں کو سمجھے۔ اور آپؐ کے نمونہ کو دیکھ کر وہی نمونہ دوسروں کو اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو اسلام کے لئے کس قدر مشکلات ہوتیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اس نے ایسا انتظام فرمایا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ تو بجائے کسی نئی جماعت کے ٹریننگ کے وہی نوجوان جو مکہ میں آپ پر ایمان لائے تھے۔ اس قابل ہو چکے تھے۔ کہ

فوجوں کی کمان

اپنے ہاتھ میں لیں۔ چنانچہ گیارہ سال کا علیؓ مدینہ پہنچتے وقت چوبیس سال کا جوان تھا۔ اور ۱۷ سال کا زبیرؓ مدینہ جاتے وقت تیس۳۰ سال کا جوان تھا۔ یہی حال باقی نوجوان صحابہؓ کا بھی تھا۔ کوئی ان میں سے تیس سال کا تھا۔ کوئی چونتیس سال کا تھا۔ اور کوئی پینتیس سال کا تھا۔ پس بجائے اس کے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

نئے سرے سے ایک جماعت

بنانی پڑتی۔ جب آپ مدینہ میں پہنچے۔ اور کام وسیع ہو گیا۔ تو آپ کو انہی نوجوانوں میں سے بہت سے مدرس مل گئے۔ جنہوں نے مکہ میں آپ سے سبق حاصل کیا تھا۔ اور پھر اور دس سال تک مدینہ میں بھی انہیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شاگردی

میں رہنے کا موقعہ مل گیا۔ اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا۔ تو اس وقت چوبیس سال کا علیؓ چونتیس سال کا جوان تھا۔ اور ابھی ایک لمبا عرصہ کام کا ان کے سامنے پڑا تھا۔ اسی طرح وہ زبیرؓ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاتے وقت ۱۷ سال کا تھا۔ وہ اس وقت چالیس سال کا جوان تھا۔ تو یہ نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں باوجود ۲۳ سال آپ کے ساتھ کام کرنے کے جب آپؐ فوت ہوئے۔ تو ابھی اُن کے سامنے ان کی زندگی کے بیس تیس سال کام کرنے کے لئے پڑے تھے۔ اور پھر ہر ایک نے آپ کی وفات کے بعد اپنی اپنی عمر کے مطابق کام کیا۔ چنانچہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اڑھائی سال کام کرنے کا موقعہ ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد ساڑھے آٹھ سال کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد بیس۲۰ سال کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد چھبیس سال کام کرنے کا موقع ملا۔ یہی حال طلحہؓ اور زبیرؓ کا بھی ہُوا۔ حتیٰ کہ بعض صحابہؓ اس قسم کے بھی تھے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے۔ اور بعض ایسے بھی تھے۔ گو ان کی تعداد بہت کم ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ستر اسّی سال زندہ رہے۔ یہ نتیجہ تھا اس بات کا کہ

نوجوانوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے ہدایت ڈالی

اور وہی نوجوان درست ہو کر ایک لمبی عمر تک خدمتِ اسلام کرتے رہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مدینہ پہنچے۔ تو اس وقت حضرت انسؓ کی عمر کل دس سال کی تھی۔ دس سال وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں رہے۔ اور جب بیس سال کے ہوئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وفات پا گئے۔ مگر خود

حضرت انسؓ کی وفات ایک سو دس سال میں

جا کر ہوئی۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے نوّے سال بعد تک انہیں لوگوں کو اسلام کی تعلیم سکھانے کا موقعہ ملا۔ بوجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے وقت بہت جوان ہونے اور بہت لمبی عمر پانے کے یہ سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی تھے۔ اب دیکھ لو۔ اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ کو کہاں تک ممتد کر دیا۔ مگر بہر حال اس

سلسلہ کا امتداد نوجوانوں کے ذریعہ ہی ہُوا

اگر ستر اسّی سال کے بوڑھے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاتے۔ تو وہ کہاں کام کر سکتے تھے۔ اول تو ان کی عادتوں کا سدھرنا ہی مشکل تھا۔ اور اگر وہ درست بھی ہو جاتے۔ تو ان میں سے اکثر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہو جاتے۔ اور اگر چند لوگ زندہ بھی رہتے۔ تو پانچ سات سال کے بعد وہ بھی ختم ہو جاتے۔ اور جماعت میں کوئی ایسا شخص نہ رہتا۔ جو اسلام کی تعلیم سے پوری طرح واقف و آگاہ ہوتا۔ پس ابتدائی زمانہ میں نوجوانوں کا اسلام میں داخل ہونا اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی رحمت تھی۔ اور یہی وہ تدبیر تھی جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے دشمن کا مقابلہ کیا۔

اور اس نے نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی۔ جس نے آپ کی شاگردی میں رہ کر آپ سے تعلیم حاصل کی۔ حتیٰ کہ بعض نے تو اپنا بچپن آپ کی نگرانی میں ہی گذارا۔ جیسے حضرت علیؓ ہیں۔ کہ وہ گیارہ سال کی عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی ایک لمبے عرصہ تک

آپ کا تربیت یافتہ گروہ

دنیا میں موجود رہا۔ اور اس نے اپنی تعلیم اور تربیت سے ایک اور نئی اور اعلےٰ درجہ کی جماعت پیدا کر دی۔ جو ان کی وفات کے بعد اسلام کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رہی پس

خدام الاحمدیہ کا کام کوئی معمولی کام نہیں

یہ نہایت ہی اہمیت رکھنے والا کام ہے۔ اور درحقیقت خدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اس کے مقررہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے۔ مگر ہماری فوج وہ نہیں۔ جس کے ہاتھوں میں بندوقیں یا تلواریں ہوں۔ بلکہ

ہماری فوج

وہ ہے۔ جس نے دلائل سے دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ ہماری تلواریں اور ہماری بندوقیں وہ دلائل ہیں۔ جو احمدیت کی صداقت کے متعلق ہماری طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہماری بندوقیں اور ہماری تلواریں وہ دعائیں ہیں۔ جو ترقئ احمدیت کے متعلق ہم ہر وقت مانگتے رہتے ہیں۔ اور ہماری بندوقیں اور ہماری تلواریں وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ جو ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ پس

دلائل مذہبی دعائیں اور اخلاقِ فاضلہ

یہی ہماری توپیں اور یہی ہماری تلواریں ہیں۔ انہی توپوں اور انہی تلواروں سے ہم نے دنیا کے تمام ادیان کو فتح کر کے اسلام کا پرچم لہرانا اور ان پر غلبہ و اقتدار حاصل کرنا ہے۔ اور اگر نوجوانوں میں یہ مہم جاری رہی۔ تو ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت جلد ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی مسلح فوج تیار کر لیں گے۔ جس کے مقابلہ میں کوئی دشمن نہیں ٹھہر سکے گا۔ اور واقعہ میں اگر ہماری جماعت کے نوجوان مذہب کی تعلیم سے واقف ہو جائیں۔ اگر وہ ان دلائل سے واقف ہو جائیں۔ جو غیر مذاہب کے مقابلہ میں ہماری طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ دعاؤں سے کام لیں۔ تو دنیا کا کونسا انسان ہے۔ جو ان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقابلہ میں ٹھہر سکتا ہو۔ بچپن سے میں نے

مباحثات کے میدان میں قدم

رکھا ہؤا ہے۔ گو مجھے اس قسم کے مباحثات سے نفرت ہے۔ جو مولوی کیا کرتے ہیں۔ مگر دوسروں سے علمی تبادلۂ خیالات میں بچپن کے زمانہ سے کرتا چلا آرہا ہوں۔ پس اس بارے میں میرا

پینتیس ۳۵ سالہ تجربہ

یہ ہے۔ کہ مَیں نے آج تک دنیا میں ایک انسان بھی ایسا نہیں دیکھا۔ جو کوئی ایسی بات پیش کرسکے۔ جو قرآنی اور احمدی تعلیم کے مقابلہ میں معقول بھی قرار دی جاسکے۔ ہر مذہب کے پیرووں سے مَیں نے باتیں کیں۔ اور ہر قسم کے علوم رکھنے والوں سے میری گفتگوئیں ہوئیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمیشہ ایسا ہؤا۔ کہ یا تو ان کے اپنے ساتھیوں نے اقرار کیا۔ کہ ہمارے آدمی کو جواب نہیں آیا۔ اور یا انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے آدمی نے تعصب اختیار کرلیا ہے۔ ورنہ آپ۔ کے مقابلہ میں جو بات پیش کی جا رہی ہے۔ یہ کوئی معقول نہیں۔ دنیا کا کوئی اعتراض ایسا نہیں۔ جو قرآن مجید پر پڑتا ہو۔ اور اس کا

کافی اور شافی جواب

ہمارے پاس موجود نہ ہو۔ یا اللہ تعالےٰ خود ایسے موقعوں پر مجھے جواب سمجھا نہ دیتا ہو۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالےٰ ایسے سوالوں کے جواب بھی سمجھا دیتا ہے۔ جو درحقیقت خارج از ضرورت ہوتے ہیں۔ اور جنہیں پیش کرنا کوئی معقولیت نہیں ہوتی۔ دنیا میں ایسی کئی باتیں ہوتی ہیں۔ جن کا دریافت کرنا کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اب اگر کوئی شخص ایسا سوال کرے۔ اور اس کا جواب نہ دیا جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی پوچھے کہ ظہر کی چار رکعتیں کیوں مقرر ہیں۔ اور مغرب کی تین کیوں۔ اسی طرح عشاء کی چار رکعتیں کیوں ہیں۔ اور فجر کی دو کیوں۔ تو اس بات کا جواب دینا ہمارے لئے کوئی ضروری نہیں۔ اگر ہم نماز پڑھنے والے کا خدا تعالےٰ سے تعلق ثابت کرسکتے ہیں اگر ہم نماز کے متعلق یہ دلائل سے ثابت کرسکتے ہیں۔ کہ وہ

روحانی ترقی کا صحیح ذریعہ

ہے۔ تو اس کے بعد کسی کا یہ کہنا کہ مغرب کی تین رکعتیں کیوں ہیں۔ اور فجر کی دو کیوں۔ یا ظہر عصر اور عشاء کی فرض نماز کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں۔ ایک غیر ضروری سوال ہے۔ خدا تعالےٰ کی ان رکعتوں کے مقرر کرنے میں باریک در باریک حکمتیں ہیں۔ جو ضروری نہیں۔ کہ انسان کی سمجھ میں آسکیں۔ اور اس کا ان حکمتوں کی دریافت کے پیچھے پڑنا نادانی ہے۔ اس کا کام صرف یہ ہے۔ کہ جب اس پر یہ بات کھل گئی ہے۔ کہ نماز پڑھنا خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو وہ نماز پڑھے۔ اسے اس سے کیا کہ تین رکعتیں کیوں ہیں۔ اور چار کیوں۔ مَیں نے پہلے بھی ایک دفعہ بتایا تھا۔ کہ ایک دفعہ میں باہر سفر میں تھا۔ کہ میرے لئے

ایک دوائی کی ضرورت

محسوس ہوئی۔ قریب ہی ہسپتال تھا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب وہاں دوا لینے گئے۔ سول سرجن صاحب جو اس وقت ہسپتال میں موجود تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا۔ کہ آپ انہیں ہسپتال میں لے آئیں۔ میری مدت سے یہ خواہش ہے۔ کہ انہیں دیکھوں۔ اس طرح میں اپنی خواہش کو بھی پوری کرسکوں گا۔ اور انہیں دیکھ کر کوئی نسخہ بھی تجویز کردوں گا۔ چنانچہ میں گیا۔ اور اس نے دیکھنے کے بعد ڈاکٹر صاحب کو ایک نسخہ لکھوایا۔ اس میں صرف تین دوائیں پڑتی تھیں ایک ٹنکچر نک سوامیکا تھی۔ دوسرا سوڈا بائیکارب اور تیسری دوائی مجھے یاد نہیں رہی۔ اس نے کہا۔ کہ یہ نسخہ ہے۔ جو تیار کرکے انہیں استعمال کرایا جائے۔ پھر وہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی طرف مخاطب ہؤا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ مَیں نے فلاں دوائی کے اتنے قطرے لکھے ہیں۔ اور فلاں دوائی کی مقدار اتنے گرین لکھی ہے۔ مَیں بوڑھا ہونے کو آگیا ہوں۔ اور چند مہینوں میں ریٹائر ہونے والا ہوں۔ مَیں نہیں بتا سکتا۔ کہ ایک دوا کے اتنے قطروں میں کیا حکمت ہے۔ اور دوسری دوا کے اتنے گرین ہونے میں کیا حکمت ہے۔ مگر یہ یاد رکھئے۔ کہ اگر آپ میرے نسخہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ تو

قطروں اور گرینوں میں کوئی فرق نہ کیجئے

یہ نسبت اگر قائم رہے گی۔ تو نسخہ فائدہ دیگا۔ اور اگر آپ نے نسبت قائم نہ رکھی۔ تو پھر مَیں اس نسخہ کے مفید ہونے کا ذمہ وار نہیں۔ آپ اگر پوچھیں۔ کہ ان دواؤں کی مختلف نسبتوں میں کیا حکمت ہے۔ تو یہ میں بتا نہیں سکتا۔ مگر میرا ہمیشہ کا تجربہ ہے۔ کہ یہی نسبت اگر اس نسخہ میں قائم رکھی جائے۔ تو فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں ہوتا۔ اب اس نسخہ کی دواؤں کے اوزان کی نسبت میں کوئی حکمت ضرور تھی۔ اور اس ڈاکٹر کا وسیع تجربہ یہی بتا رہا تھا۔ کہ اگر اس نسبت کو قائم رکھا جائے۔ تو فائدہ ہوتا ہے۔ اور اگر قائم نہ رکھا جائے۔ تو فائدہ نہیں ہوتا۔ مگر وہ بتا نہیں سکتا تھا۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے۔

اور اس نے ڈاکٹر صاحب کو بار بار کہا۔ کہ اس نسخہ کے اجزاء کے اوزان میں کمی بیشی نہ ہو۔ کیونکہ اسی نسبت سے ہزاروں لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اگر اس نسبت کو قائم نہ رکھا جائے۔ تو فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح

اللہ تعالےٰ کی بعض باتوں کی حکمت انسانی سمجھ میں نہیں آتی

مگر بہر حال جب ان باتوں کے فوائد ظاہر ہوں تو انسان حکمت معلوم کرنے کے جنون میں فائدہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی

لطیف نکتہ

بیان فرمایا ہے۔ کہ تم نے کبھی کسی باپ کو نہیں دیکھا ہوگا۔ جس کی اپنے بیٹے سے اس لئے محبت کم ہوگئی ہو۔ کہ اسے معلوم نہیں۔ اسکی تلی کہاں ہے۔ اور اس کا معدہ کہاں ہے۔ اور اس کا جگر کہاں ہے۔ اور اس کے پھیپھڑے کہاں ہیں۔ ہزاروں لاکھوں زمیندار ہیں۔ جو یہ نہیں جانتے۔ کہ انسان کا دل کہاں ہوتا ہے۔ اور اس کا گردہ۔ جگر۔ معدہ اور پھیپھڑے کہاں ہوتے ہیں۔ شاید تم میں سے کئی اپنے دل میں کہتے ہوں گے۔ کہ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ دل کہاں ہوتا ہے۔ اور جگر کہاں ہوتا ہے اور تلی کہاں ہوتی ہے۔ اور معدہ کہاں ہوتا ہے۔ مگر مَیں تمہیں بتاؤں۔ اگر تم کسی ڈاکٹر کے سامنے کہو۔ کہ جگر یہاں ہوتا ہے۔ اور معدہ یہاں۔ تو وہ فوراً تمہیں بتادے گا۔ کہ تم غلط سمجھتے ہو۔ پھر ان لوگوں کو جانے دو۔ جو جانتے ہی نہیں کہ معدہ۔ تلی۔ جگر۔ گردہ اور پھیپھڑے وغیرہ کہاں ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ان باتوں کا علم ہے۔ مَیں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے دس میں سے نو ہمیشہ

انتڑیوں کی جگہ کو معدہ سمجھتے ہیں

یعنی جو قولون کی بڑی انتڑی ہوتی ہے۔ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ ہمیشہ اسی کو معدہ سمجھتا ہے اور دل میں یہ خیال کرکے خوش رہتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ ڈاکٹری مَیں بھی جانتا ہوں۔ وہ ہمیشہ انتڑیوں کی جگہ کو معدہ سمجھتا ہے۔ اور ہاتھ لگا کر کہتا ہے۔ میرے معدے میں درد ہو رہا ہے۔ حالانکہ وہ درد معدہ میں نہیں بلکہ انتڑی میں ہوتا ہے۔ تو تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی صحیح طور پر ان اعضا کا علم نہیں ہوتا۔ کجا یہ کہ غیر تعلیم یافتہ طبقہ کو ان باتوں کا علم ہو۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ کیا تم نے کبھی دیکھا۔ کہ اس

علم کے نہ ہونے کی وجہ

سے وہ کہہ دے۔ کہ میں اس وقت تک اپنے بیٹے سے محبت نہیں کرسکتا۔ جب تک اس کا پیٹ چاک کرکے یہ دیکھ نہ لوں۔ کہ اس کا معدہ کہاں ہے۔ اور جگر کہاں ہے۔ اور تلی کہاں ہے۔ اور پھیپھڑے کہاں ہیں۔ پھر جب اپنے بیٹے کے متعلق انسان ایسی بحثوں میں نہیں پڑتا۔ تو خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق وہ کیوں اپریشن کرنا چاہتا ہے۔ اور کیوں یہ خیال کرتا ہے۔ کہ جب تک خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق میرا فلاں فلاں سوال حل نہ ہو جائے۔ اس وقت تک میرا دل اس سے محبت نہیں کرسکتا۔ اگر

خدا تعالےٰ کے بے شمار احسانات

انسانوں پر ثابت ہو جائیں۔ اگر یہ واضح ہو جائے۔ کہ انسان کو ہر لمحہ خدا تعالےٰ کی محبت اور اسکی رضاء کی ضرورت ہے۔ اگر اس کے قرب کی راہیں انسان پر کھل جائیں۔ اگر

عرفان اور محبت الٰہی کی ضرورت

انسان پر واضح ہو جائے۔ اور اگر یہ بات کھل جائے۔ کہ ہر انسان اس بات کا محتاج ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرے۔ تو پھر انسان کو اس سے کیا۔ کہ خدا ازلی ابدی کیونکر ہوگیا۔ وہ غیر محدود کس طرح ہوگیا۔ اس نے نیست سے ہست کس طرح کردیا۔ تم ان باتوں کو چھوڑ دو۔ کہ ان کا محبت الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ کسی انسان کی یہ طاقت ہے۔ کہ وہ

خدا تعالےٰ کے بے انتہاء اندرونی اسرار

کو معلوم کرسکے۔ تو ہر بات کی حکمت سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ محبت کے لئے صرف اسی قدر معرفت ضروری ہے۔ کہ انسان کو وہ محاسن اور خوبیاں معلوم ہو جائیں۔ جو اس کے محبوب کے اندر ہوں۔ اسے اس بات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ وہ یہ بھی دیکھے کہ اس کے محبوب کا جگر کہاں ہے۔ اور معدہ اور گردے اور پھیپھڑے کہاں ہیں۔ مگر پھر بھی بعض دفعہ اللہ تعالےٰ ایسی باتوں کی حکمتیں سمجھا دیتا ہے۔ جن کی حکمتیں معلوم کرنے کی محبت اور معرفت کے لئے ضرورت نہیں ہوتی۔ اور نہ ان حکمتوں کا اس سے کوئی تعلق ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے۔ ایک دوست نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ

مغرب کی فرض نماز کی تین رکعتیں کیوں مقرر ہیں

اور ان رکعتوں کی تعداد تین مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے۔ میں چونکہ بعض خطبات اور خطوط وغیرہ میں نماز کی رکعتوں کی حکمت کے متعلق وقتاً فوقتاً بعض باتیں بیان کرچکا ہوں۔ اس لئے مَیں نے انہیں کہا۔ کہ بعض دوستوں کے خطوں کے جوابات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور خطبوں وغیرہ میں ایسی باتیں چھپ چکی ہیں۔ آپ اگر معلوم کرنا چاہیں۔ تو انہیں تلاش کر کے دیکھ لیں۔

وہ ایک دعوت کا موقعہ تھا۔ جب یہ سوال میرے سامنے پیش ہوا۔ اور پھر اس کے بعد اور باتیں شروع ہو گئیں۔ اور اس سوال کا خیال میرے ذہن سے بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد ایک دن گذرا۔ پھر دوسرا دن گذرا۔ اور پھر تیسرا دن شروع ہو گیا۔ تیسرے دن مغرب کی نماز کے بعد سنتیں پڑھ کر میں تشہد میں بیٹھا تھا۔ اور سلام پھیرنے کے قریب تھا۔ کہ یکدم اللہ تعالےٰ نے مغرب کی نماز کی تین رکعتیں مقرر کرنے کی

ایک جدید حکمت

میرے دل میں ڈال دی۔ اور عین سلام پھیرنے کے قریب جس طرح بجلی کی رَو جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ اسی طرح وہ علم میرے دل پر نازل ہوا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ

نمازیں اللہ تعالےٰ نے دو قسم کی بنائی ہیں

کچھ فرض نمازوں کا تو وہ حصہ جو دن میں ادا کیا جاتا ہے۔ اور کچھ فرض نمازوں کا وہ حصہ ہے۔ جو رات کے وقت ادا کیا جاتا ہے کیونکہ دن اور رات کی نمازوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ بنی نوع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے۔ کہ انہیں خوشی کی حالت میں بھی اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اور مصیبتوں کے وقت میں بھی اسکی عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ ترقی کے زمانہ میں بھی اسکی طرف جھکنا چاہیئے۔ اور تنزل کے زمانہ میں بھی اس کے دروازہ پر گرا رہنا چاہیئے۔ تو اس حکمت کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے اپنی عبادت کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ اور ایک حصہ تو دن میں رکھا۔ اور دوسرا حصہ رات میں۔ اس طرح پانچ نمازیں چوبیس گھنٹوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد انسان کو نماز پڑھنی پڑتی ہے۔

دوسری طرف ہمیں اللہ تعالےٰ کا یہ قانون نظر آتا ہے۔ کہ وہ طاق چیزوں کو پسند کرتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ

اللہ تعالےٰ طاق چیزوں کو پسند کرتا ہے

وہ خود بھی ایک ہے۔ اور دوسری اشیاء کے متعلق بھی وہ یہی پسند کرتا ہے۔ کہ وہ طاق ہوں۔ چنانچہ یہ حکمت ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہے مگر یہ ایک الگ اور وسیع مضمون ہے۔ جس کو اس وقت بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ تمام قانونِ قدرت میں اللہ تعالےٰ نے طاق کو قائم رکھا ہے۔ اور اس کے ہر قانون پر طاق حاوی ہے۔ قرآن کریم کے محاوروں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محاوروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ

سات کے عدد کو تکمیل کے ساتھ خاص طور پر تعلق ہے

چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کو سات دن میں بنایا۔ اسی طرح انسان کی روحانی ترقیات کے سات زمانے ہیں۔ پھر آسمانوں کے لئے بھی قرآن کریم میں سبع سمٰوٰت کے الفاظ آتے ہیں۔ اور یہ طاق کا عدد ہے۔ تو طاق کا عدد اللہ تعالےٰ کے حضور خاص حکمت رکھتا ہے۔ اور اس کا مظاہرہ ہم تمام قانونِ قدرت میں دیکھتے ہیں۔

اب اس قانون کے مطابق اگر فرض نمازوں کی رکعات کو جمع کرو۔ تو وہ طاق ہی بنتی ہیں۔ چنانچہ ظہر کی چار۔ عصر کی چار۔ مغرب کی تین۔ عشاء کی چار۔ اور فجر کی دو۔

کل ۱۷ رکعات ہوتی ہیں

اور اس طرح فرض نماز کی رکعتوں میں بھی اللہ تعالےٰ نے طاق کی نسبت کو قائم رکھا ہے۔

پس چونکہ اللہ تعالےٰ کے تمام کاموں میں طاق مدِنظر رکھا گیا ہے۔ اس لئے پانچ نمازوں میں سے ایک فرض نماز کی رکعتیں تین کر دی گئیں۔ تاکہ طاق کے متعلق اللہ تعالےٰ کا جو قانون ہے۔ وہ نمازوں میں بھی آ جائے۔ اسی طرح وتروں کی نماز کو طاق اسلیئے بنایا گیا ہے۔ کہ نوافل بھی طاق ہو جائیں۔ اور اسی وجہ سے وتروں کو معمولی سنتوں سے زیادہ وقعت دے دی گئی ہے۔ تاکہ مسلمان انہیں ضرور ادا کرے۔ اور اس کے نوافل طاق ہو جایا کریں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وتروں کے سوا اور کوئی نفل طاق نہیں ہوتا۔ تا وہ طاق مل کر جفت نہ ہو جائیں۔ اور یہی حکمت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لیتے۔ تو تہجد کے وقت ایک رکعت پڑھ کر انہیں جفت کر دیتے تاکہ تہجد کے آخر میں آپؐ وتر پڑھ سکیں۔ اور ان کے پڑھنے سے نوافل جفت نہ ہو جائیں۔

اب اس پر سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ مغرب کی نماز کی ہی تین رکعتیں کیوں مقرر کی گئی ہیں۔ کسی اور نماز کی تین رکعتیں کیوں مقرر نہیں کر دی گئیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے مجھے اس سوال کا بھی جواب سمجھایا۔ اور وہ یہ کہ دن کی نمازوں کی رکعات ہیں آٹھ۔ اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات ہیں نَو۔ چنانچہ دیکھ لو مغرب کی تین۔ عشاء کی چار۔ اور فجر کی دو۔ کل نَو رکعات بنتی ہیں۔ چونکہ مغرب کی نماز سورج ڈوبنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ اور فجر کی نماز سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے یہ دونوں نمازیں بھی دراصل رات کی ہی نمازیں ہیں۔ اور ان نمازوں کی ایک رکعت زیادہ نہ کرنے میں ایک حکمت یہ ہے۔ کہ انسان کو تکلیفوں اور

مصیبتوں کے وقت میں اللہ تعالےٰ کی طرف زیادہ جھکنا چاہیئے

تاکہ وہ اس کے فضلوں کو جذب کر سکے۔ اسی لئے دن کے وقت اللہ تعالےٰ نے آٹھ رکعات نماز کی رکھیں۔ اور رات کے وقت نَو۔ باقی رہا مقام کا سوال۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ ایک رکعت کی زیادتی مغرب میں کیوں کی ہے۔ کسی اور نماز میں کیوں نہیں کر دی۔ تو اس کا جواب بھی اللہ تعالےٰ نے مجھے سمجھایا۔ اور وہ یہ کہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے خاص طور پر نازل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کو بندوں کی

تلاوتِ قرآن کی خبر

دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب انسان سو کر اٹھتا ہے۔ تو اس وقت اسکی زندگی کا ایک نیا دَور شروع ہوتا ہے۔ اور نئے دَور کے ابتداء کے وقت ضروری ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنے اندر بلند ارادے پیدا کرے۔ اور کہے کہ میں یوں کروں گا۔ میں وُوں کروں گا۔ اور یہ تمام باتیں چونکہ قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اس لئے جب سو کر اٹھنے کے بعد انسان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اسے اس کے

روحانی پروگرام

کی طرف توجہ دلانے کے لئے اسلام نے اس وقت قرآن کریم کی لمبی تلاوت مقرر کر دی۔ اور حکم دیا۔ کہ فجر کی نماز میں قرآن کریم کی لمبی تلاوت کی جائے اور چونکہ خدا تعالےٰ کا معاملہ احکام میں یُسر کا ہے۔ عُسر کا نہیں۔ اس لئے فجر کی نماز اس نے باقی تمام نمازوں سے چھوٹی کر دی۔ تاکہ لمبی تلاوت کی جا سکے۔ پس فجر کی نماز کو تو اس نے چھوٹا کیا۔ لیکن تلاوتِ قرآن کو لمبا کر دیا۔ کیونکہ اس وقت اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ قرآن کریم کے مضامین بار بار سامنے آئیں۔ پس فجر کی نماز کو چھوٹا کرنا ضروری تھا۔ تا تلاوت کو لمبا کیا جا سکے یہ نماز درحقیقت عصر کی نماز کے مقابل پر ہے۔ اور ظاہر میں اس کے عدد کو عصر کے ساتھ اس طرح بھی مشابہت ہو جاتی ہے۔ کہ عصر کے ساتھ کوئی سنت مؤکدہ نہیں ہیں۔ اور صبح کے ساتھ دو سنتیں ایسی ہیں۔ جو عام مؤکدہ سنتوں سے بھی زیادہ مؤکدہ ہیں۔ اس طرح صبح کی رکعتیں بھی چار ہو جاتی ہیں۔ اور عصر کی بھی چار ہوتی ہیں اس کے مقابل پر عشاء کی نماز ظہر کے مقابل پر ہے۔ اور اس میں دو سنتیں اور تین وتر لازمی ہیں۔ وتر کی رکعت نکال دی جائیں۔ تو چار نوافل ہو جاتے ہیں۔ یہ ظہر کی دو چھ سنتیں فرض کر کے ظہر کی سنتوں کے برابر ہو جاتی ہیں لیکن اگر چھ یا آٹھ سنتیں قرار دی جائیں۔ تو پھر یہ کم رہ جاتی ہیں۔ لیکن جب دیکھا جائے کہ اس کے بعد تہجد پر زور دیا گیا ہے۔ تو ظہر کے نوافل کی کمی کا ازالہ اس سے ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وتروں کے بعد بھی دو نفل رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاص تعہد سے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ اس سے بھی ظہر اور عشاء کی رکعات برابر ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ میں نے اشارۃً اسکی طرف توجہ دلائی ہے۔

غرض عشاء کی نماز جو عصر کی نماز کے مقابلہ میں تھی۔ اسمیں کسی زیادتی کی گنجائش نہیں تھی۔ صرف مغرب کی نماز ہی رہتی تھی۔ جسے طاق بنانے کے لئے اسمیں ایک رکعت کی زیادتی کی جا سکتی تھی۔ اسی حکمت کے ماتحت خدا تعالیٰ نے مغرب کی نماز کی تین رکعتیں مقرر کر دیں۔ کیونکہ کسی نماز کا تین رکعت پر مشتمل ہونا نمازوں کے طاق بنانے کے لئے ضروری تھا۔ اور ادھر ضروری تھا۔ کہ یہ زیادتی رات کی نمازوں میں کی جائے۔ یہ جتانے کے لئے کہ مصیبت کے وقت انسان کو اللہ تعالےٰ کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر رات کی نمازوں میں سے فجر میں یہ زیادتی نہیں کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ وہاں لمبی تلاوت قرآن کا حکم دے دیا گیا تھا۔ عشاء کی نماز میں بھی یہ زیادتی نہیں ہو سکتی تھی۔ صرف مغرب کی نماز رہتی تھی۔ سو خدا نے مغرب کی نماز مسلمانوں کو تین رکعت پڑھنے کا حکم دے دیا۔ اب بظاہر اس حکمت کے بتانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے۔ جس پر

اٰمنّا و صدّقنا کہنا چاہیئے

نہ یہ کہ تفصیلات میں پڑ کر انسان باریک در باریک حکمتیں معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ اور اگر ایسی ہی باتوں میں انسان مصروف ہو جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو کہہ سکتا ہے۔ کہ پہلے رکوع کیوں رکھا۔ اور سجدہ بعد میں کیوں رکھا۔ کیوں نہ سجدہ پہلے رکھ دیا۔ اور رکوع بعد میں۔ اور گو اسمیں بھی حکمتیں ہیں۔ مگر تمہارا کام یہ نہیں۔ کہ تم ان باتوں میں اپنا وقت ضائع کرو۔ تمہیں جب رکوع کرنے کو کہا جاتا ہے۔ تو تم رکوع کرو۔ جب سجدہ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ تو سجدہ کرو۔ تم پر جب نماز کی حقیقت منکشف ہو چکی ہے۔ تو تمہارا یہ کام ہے۔ کہ جس طرح خدا نے نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح تم نمازیں پڑھو۔ نہ یہ کہ چھوٹی چھوٹی بات کی حکمت دریافت کرنے کے پیچھے لگ جاؤ۔ تو ضروری نہیں ہوتا۔ کہ ان باتوں کی حکمتیں سمجھائی جائیں۔ مگر بعض دفعہ اللہ تعالےٰ سمجھا بھی دیتا ہے۔ اور اس طرح قرآنی علوم کھولتا رہتا ہے۔ بہر حال مباحثات کے باب میں میرا وسیع تجربہ یہ ہے۔ کہ قرآنی علوم ایسے ہیں۔ کہ ان کا مقابلہ کوئی دشمن نہیں کر سکتا۔ اگر ہماری جماعت کے نوجوان ان قرآنی علوم کو سیکھ لیں۔ تو جو دلائل اور براہین کی لڑائی ہے۔ اس میں کوئی بڑا سے بڑا لشکر بھی ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔

دوسری چیز عمل ہے

اگر نوجوان اخلاق فاضلہ سیکھ لیں۔ اور پھر عملی طور پر بھی ان کا قدم ہمیشہ آگے کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ تو دنیا کیا بڑے سے بڑے دینوں پر بھی وہ غالب آ سکتے ہیں۔ تیسری چیز سامانوں کی کمی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کامیابی سے محروم رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے میں نے دعا کا طریق بتایا ہے۔ تا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل نازل ہوں۔ اور ہمارے سامانوں کی کمی کو پورا کر دیں۔ اور یقیناً اگر ہماری جماعت کے نوجوان نہ صرف دلائل سے کام لینے والے ہوں۔ نہ صرف

اخلاق فاضلہ

کے مالک ہوں۔ بلکہ دعاؤں سے بھی کام لینے کے عادی ہوں۔ تو ان کے مقابلہ میں کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔

میں نے خدام الاحمدیہ کے سامنے ایک پروگرام پیش کر دیا ہے

اور میں انہیں توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ ان باتوں کو یاد رکھیں۔ جو میں نے بیان کی ہیں۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو قومی اور ملکی خدمات کے لئے تیار رکھیں۔ دنیا میں قریب ترین عرصہ میں عظیم الشان تغیرات رونما ہونے والے ہیں۔ اور درحقیقت تحریک جدید ایک

ہنگامی چیز

کے طور پر میرے ذہن میں آئی تھی۔ اور جب میں نے اس تحریک کا اعلان کیا ہے۔ اس وقت خود مجھے بھی اس تحریک کی کئی حکمتوں کا علم نہیں تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ایک نیت اور ارادہ کے ساتھ میں نے یہ سکیم جماعت کے سامنے پیش کی تھی۔ کیونکہ واقعہ یہ تھا۔ کہ جماعت کی ان دنوں حکومت کے بعض افسروں کی طرف سے شدید ہتک کی گئی تھی۔ اور

سلسلہ کا وقار خطرے میں

پڑ گیا تھا۔ پس میں نے چاہا۔ کہ جماعت کو اس خطرے سے بچاؤں۔ مگر بعض اوقات اللہ تعالےٰ کی رحمت انسانی قلب پر تصرف کرتی۔ اور روح القدس اس کے تمام ارادوں اور کاموں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ میری زندگی میں بھی یہ ایسا ہی واقعہ تھا۔ جبکہ

روح القدس میرے دل پر اترا

اور وہ میرے دماغ پر ایسا حاوی ہو گیا۔ کہ مجھے یوں محسوس ہوا۔ گویا اس نے مجھے ڈھانک لیا ہے۔ اور ایک نئی سکیم ایک دنیا میں تغیر پیدا کر دینے والی سکیم میرے دل پر نازل کر دی اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ میری

تحریک جدید کے اعلان سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی

میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآنی نکتے مجھ پر پہلے بھی کھلتے تھے۔ اور اب بھی کھلتے ہیں۔ مگر پہلے کوئی معین سکیم میرے سامنے نہیں تھی جس کے قدم قدم کے نتیجہ سے میں واقف ہوں۔ اور یہی کہہ سکوں۔ کہ اس اس رنگ میں ہماری جماعت ترقی کرے گی۔ مگر اب میری حالت ایسی ہی ہے۔ کہ جس طرح انجینئر ایک عمارت بناتا اور اسے یہ علم ہوتا ہے۔ کہ یہ عمارت کب ختم ہو گی۔ اس میں کہاں کہاں طاقچے رکھے جائیں گے۔ کتنی کھڑکیاں ہوں گی۔ کتنے دروازے ہوں گے۔ کتنی اونچائی پر چھت پڑے گی۔ اسی طرح

دنیا کی اسلامی فتح کی منزلیں اپنی بہت سی تفاصیل اور مشکلات کے ساتھ میرے سامنے ہیں

دشمنوں کی بہت سی تدبیریں میرے سامنے بے نقاب ہیں۔ اسکی کوششوں کا مجھے علم ہے۔ اور یہ تمام امور ایک وسیع تفصیل کے ساتھ میری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ تب میں نے سمجھا۔ کہ یہ واقعہ اور فساد خدا تعالیٰ کی خاص حکمت نے کھڑا کیا تھا۔ تا وہ ہماری نظروں کو اس عظیم الشان مقصد کی طرف پھرا دے جس کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ پس پہلے میں صرف ان باتوں پر ایمان رکھتا تھا۔ مگر اب میں صرف ایمان ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ میں تمام باتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ سلسلہ کو کس کس رنگ میں نقصان پہنچایا جائے گا۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلہ پر کیا کیا حملہ کیا جائے گا

اور میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہماری طرف سے ان حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے۔ اور اسی کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہیں۔ اور درحقیقت یہ

روحانی ٹریننگ

اور روحانی تعلیم و تربیت ہے اس فوج کی جس فوج نے احمدیت کے دشمنوں سے مقابلہ میں جنگ کرنی ہے۔ جس نے احمدیت کے جھنڈے کو فتح اور کامیابی کے ساتھ دشمن کے مقام پر گاڑنا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف نہیں۔ وہ میری ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ

ہر شخص قبل از وقت ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا

یہ اللہ تعالےٰ کی دین ہے۔ جو وہ اپنے کسی بندے کو دیتا ہے۔ میں خود بھی اس وقت تک ان باتوں کو نہیں سمجھتا تھا۔ جب تک اللہ تعالےٰ نے مجھ پر ان امور کا انکشاف نہ کیا۔ پس تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور بے شک تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہمیں تو کوئی بات نظر نہیں آتی۔ لیکن مجھے تمام باتیں نظر آ رہی ہیں۔ آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے۔ اور

ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے

لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ کچھ نہیں ہو رہا۔ مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے۔ اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے۔ دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔ اور یہ چیز ہماری جماعت میں ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ ہماری جماعت میں قربانیوں کا مادہ بہت کچھ ہے۔ مگر ابھی یہ جذبہ ان کے اندر اپنے کمال کو نہیں پہنچا۔ کہ جونہی ان کے کانوں میں خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی آواز آئے۔ اس وقت جماعت کو یہ محسوس نہ ہو۔ کہ کوئی انسان بول رہا ہے۔ بلکہ یوں محسوس ہو۔ کہ فرشتوں نے ان کو اٹھا لیا ہے۔ اور

صورِ اسرافیل ان کے سامنے پھونکا جا رہا ہے

جب آواز آئے کہ بیٹھو۔ تو اس وقت انہیں یہ معلوم نہ ہو۔ کہ کوئی انسان بول رہا ہے۔ بلکہ یوں محسوس ہو۔ کہ فرشتوں کا تصرف ان پر ہو رہا ہے۔ اور وہ ایسی سواریاں ہیں۔ جن پر فرشتے سوار ہیں۔ جب وہ کہے بیٹھ جاؤ۔ تو سب بیٹھ جائیں۔ جب کہے۔ کھڑے ہو جاؤ۔ تو سب کھڑے ہو جائیں۔ جس دن یہ روح ہماری جماعت میں پیدا ہو جائے گی۔ اس دن جس طرح باز چڑیا پر حملہ کرتا اور اسے توڑ مروڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح

احمدیت اپنے شکار پر گرے گی

اور تمام دنیا کے ممالک چڑیا کی طرح اس کے پنجہ میں آ جائیں گے۔ اور دنیا میں اسلام کا پرچم پھر نئے سرے سے لہرانے لگ جائے گا۔

دارالامان کی خبریں

(۱) ۱۹ اپریل حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور ۱۷ اپریل کو بعد عصر بذریعہ موٹر لاہور تشریف لے گئے۔ غالباً جمعہ تک رونق افروز دارالامان ہونگے۔

(۲) ایام زیر اشاعت میں ۱۵ اپریل کو بعد نماز عصر صاحبزادی امتہ اللہ بیگم صاحبہ بنت اخویم ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن کا خطبہ نکاح محترم پیر اکبر علی صاحب ایم ایل سی کے فرزند ارجمند پیر صلاح الدین صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی سے ڈھائی ہزار مہر پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے مسجد اقصیٰ میں پڑھ کر اعلان کیا۔ فیروز پور سے پیر صاحب معہ ۸۰ براتیوں کے تشریف لائے۔ ایک دن قیام فرمایا۔ اور ۱۶ اپریل کو قریب دس بجے دن کے بیگم صاحبہ سلمہا اللہ کا رخصتانہ عمل میں آیا۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح نے اس تقریب رخصتانہ پر بہت سے احباب کو مدعو کیا تھا۔ جن کی چائے فروٹ وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ اور حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی اس موقعہ پر قدم رنجہ فرمایا۔ اور بہت دعا کی۔ اللہ تعالےٰ اس مبارک تقریب کو دینی و دنیاوی برکات کا موجب بنائے۔ اور بابرکت کرے۔ آمین۔

(۳) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی تکلیف بدستور ہے۔ احباب صحت کامل اور درازی عمر کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۷ اپریل ۳۹ء

جھوٹے وعدوں سے بچنا چاہیئے کہ یہ قوم کی تباہی کا موجب ہوتے ہیں

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جسمانی نشوونما اور روحانی نشوونما میں

ایک عجیب فرق

نظر آتا ہے۔ جس کی طرف بہت ہی کم لوگوں نے توجہ کی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جسمانی نشوونما کی ابتدا میں انسان کا ذہن زیادہ تر اپنی طاقت اور قوت کی طرف جاتا ہے۔ اور جوں جوں انسانی جسم میں طاقت اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ہوش سنبھالتا ہے۔ اسکی نظر نہایت ہی محدود ہوتی چلی جاتی ہے۔ یا محدود ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی طاقتوں اور قوتوں پر ایسا گھمنڈ رکھتا ہے۔ کہ خیال کرتا ہے۔ دنیا کا ہر کام میری ہی مرضی اور منشاء کے ماتحت ہوتا ہے۔ پھر جب انسانی جسم کے نشوونما کا وقت ختم ہونے کو ہوتا ہے۔

اضمحلال اور کمزوری

پیدا ہونے لگتی ہے۔ اسکی نظر اپنے سوا دوسری چیزوں پر بھی پڑنے لگتی ہے۔ اس کے دماغ میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ جسے لوگ تجربہ کہتے ہیں۔ اس تجربہ کے ماتحت آہستہ آہستہ اسے دوسری قوتوں اور طاقتوں کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔

دنیا میں تغیرات

صرف میرے یا میرے دوستوں کے ذریعہ ہی نہیں ہو رہے۔ بلکہ اس کے اسباب اور بھی ہیں۔ جو بعض دفعہ نظر بھی نہیں آتے۔ مگر دنیا کے تغیرات پر اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور آخر جب آہستہ آہستہ انسان کی طاقتیں بالکل ہی کمزور ہو جاتی۔ اور اس کا جسم ڈھل جاتا ہے۔ وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ بے طاقت ہو جاتا ہے۔ تو پھر اسکی نگاہ دنیوی اسباب سے ہٹ کر ان باریک اسباب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جو کہ اسکی زندگی میں تغیر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ یا کم سے کم وہ خیال کرتا ہے۔ کہ ان تغیرات میں ان کا دخل ہے۔

بلکہ بعض اوقات تو وہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں انسان کا کوئی دخل ہی نہیں۔ بلکہ ایک بالا ہستی سب کچھ انسان سے کرا رہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں

روحانی نشوونما

میں ایک عجیب فرق ہے۔ وہ قومیں جن کے اندر روحانیت ہوتی ہے۔ اور جو دنیا کو روحانیت کا سبق دینے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے کھڑی کی جاتی ہیں۔ ان کے اندر جوانی میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے۔ جو جسمانی نشوونما میں بڑھاپے میں ہوتی ہے۔ ان کے اندر انکسار بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کی نگاہیں ہمیشہ بالا ہستی کی طرف اٹھتی ہیں۔ اور ان کو یقین ہوتا ہے۔ کہ وہی اس کارخانے کو چلانے والا ہے۔ جوانی کا جوش ان کے اندر خودرائی اور خودپسندی پیدا کرنے کے بجائے خدا تعالےٰ کی محبت اور اسکی طرف توجہ پیدا کرتا ہے۔ اور یہ ایسا نمایاں فرق ہے۔ جو دنیا میں ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ہمیں نظر آتا ہے۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ کہ جسمانی نشوونما میں جوانی میں انسان کی نگاہیں کس طرح اپنی جسمانی طاقتوں تک ہی محدود ہوتی ہیں۔ اور پھر بڑھاپے کے ساتھ کس طرح دماغ میں وہ تجربہ پیدا ہوتا ہے۔ جو بیرونی اثرات اور تاثیروں کی طرف اسے متوجہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ انسان کی طاقت کچھ بھی نہیں۔ تم روزانہ نوجوانوں اور بوڑھوں کو باتیں کرتے سنتے ہو۔ ایک فریق کہتا ہے۔ کہ میں یوں ماروں گا۔ کوٹوں گا۔ یہ کر دوں گا۔ وہ کر دونگا۔ مگر دوسرا کہتا ہے۔ کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے،

دنیا میں مل کر رہنا چاہیئے

اتنا جوش نہیں دکھانا چاہیئے۔ ہر جگہ۔ ہر گھر۔ ہر خاندان ہر حکومت اور ہر جتھے میں یہ باتیں نظر آتی ہیں۔ جوانوں کے دل میں یہ خیالات ہوتے ہیں۔ کہ دنیا میں کوئی ہمارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ لہٰذا اوقات مقابل کی طاقتوں کو وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ انہیں حقیقی طاقت حاصل نہیں ہوتی۔ مجرم کس لئے حکومتوں سے ٹکراتے ہیں۔ اسی لئے کہ ان کی نگاہیں اپنے سے اوپر جاتی ہی نہیں۔ نہ وہ پولیس کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہ مجسٹریٹ کی۔ اور نہ حکومت کے دوسرے اداروں اور اسکی فوجوں کی۔ وہ جوش میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ ایک

جنون کی حالت

ان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ ان کے اندر جب جوانی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری طاقت ساری دنیا کو تباہ کر دے گی۔ لیکن جب جوانی کی یہ حالت نہیں رہتی۔ تو ہوش آتا ہے۔ اور وہ پچھتاتے ہیں۔ لوگ آپس میں لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ کوئی روکتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ نہیں ہمیں چھوڑ دو۔ ہم مریں گے یا ماردیں گے۔ لیکن جب کوئی قتل ہو جاتا ہے۔ اور مقدمات بنتے ہیں۔ تو پھر وکیلوں کے آگے ناک رگڑتے ہیں۔ جائیدادیں فروخت کر کے

مقدمات کی پیروی

پر لگا دیتے ہیں۔ جس وقت کوئی ایسا شخص لڑنے کے لئے جا رہا ہوتا ہے۔ اس وقت اسکی دماغی کیفیت اور ہوتی ہے۔ مگر جب پکڑا جاتا ہے۔ اس وقت اور ہوتی ہے۔ لڑائی کے وقت تو وہ کہتا ہے۔ کہ میں کسی کی پروا نہیں کرتا۔ وہ کس قدر غصہ کے ساتھ ہر نصیحت کو ٹھکرا دیتا ہے۔ لیکن جب پکڑا جاتا اور حوالات میں بند ہوتا ہے۔ تو پھر بے انتہاء منت سماجت کرتا اور پوچھتا ہے۔ کیوں وکیل صاحب میں بچ جاؤں گا۔ وہ رشتہ داروں کی منتیں اور خوشامدیں کرتا ہے۔ اور ان سے کہتا ہے۔ کہ جھوٹے گواہ بناؤ۔ اور جس طرح بھی ہو سکے۔ مجھے بچاؤ۔ دیکھو۔ ان دونوں کیفیات میں کتنا فرق ہے۔

تو جسمانی نشوونما میں بڑھاپے کے وقت جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ روحانی میں

جوانی کی حالت

میں ہوتی ہے۔ روحانی جماعت پر جب جوانی کی حالت ہو۔ اس وقت اس میں زیادہ انکسار ہوتا ہے۔ اور جب اس میں اضمحلال پیدا ہو۔ اس وقت اس کے اندر خودپسندی اور خودرائی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کو دیکھ لو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت کو دیکھ لو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضؓ کو دیکھ لو۔ سب کی یہی حالت تھی۔ جب وہ اپنے انبیاء کی صحبت میں اپنے اندر وہ قوتیں پیدا کر رہے تھے۔ جن سے وہ دنیا کو کھا جانے والے تھے۔ اس وقت ان میں غیظ و غضب کے بجائے انکسار اور فروتنی پائی جاتی تھی۔ جو جسمانی نشوونما کے وقت میں نہیں پائی جاتی۔ وہ خدا تعالےٰ سے ڈرتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے۔ کہ نہ معلوم انجام کیا ہونے والا ہے۔ انہیں خدا تعالےٰ کے وعدوں پر اعتبار تھا۔ مگر یہ ان میں تکبر اور بڑائی پیدا نہ کرتا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ سے ان کی قربانیاں بڑھتی تھیں۔ ان کی زبانیں زیادہ دعوے نہیں کرتی تھیں۔ اور ان کے دل نڈر نہیں تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے خوف سے بھرے ہوئے تھے۔ اور یہی ثبوت تھا اس بات کا کہ وہ

خدا تعالےٰ کی جماعت

تھے۔ جسمانی جوانی کے وقت انسان دوسری طاقتوں کو بھول جاتا ہے۔ اور متکبر اور خودپسند ہو جاتا ہے۔ لیکن روحانی طاقت جتنی بڑھتی ہے۔ اتنا ہی زیادہ انکسار بڑھتا ہے۔

روحانیت کی جوانی عرفان سے وابستہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ انسان کے اندر انکسار کو بڑھاتی ہے۔ اس کا تجربہ جوانی میں بڑھتا ہے۔ مگر جسمانی نشوونما کا تجربہ بڑھاپے میں بڑھتا ہے۔ روحانیت میں وہ کیفیتیں جوانی میں پیدا ہوتی ہیں۔ جو جسمانیت میں بڑھاپے میں ہوتی ہیں۔ جسمانی طور پر جو شخص جوان ہو۔ اس کے اندر خودپسندی اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن روحانی طور پر جو جماعت بوڑھی ہو جائے۔ اس کے اندر یہ کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جسمانی طور پر جو کمزور ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ دنیا میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اثرات بھی ہیں۔ جو دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ کوئی بالا طاقت ہے۔ جو کام کر رہی ہے اور دنیا میں جو نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ صرف میرے کاموں سے ہی نہیں۔ اس میں میرے دوستوں بلکہ دشمنوں کا بھی دخل ہے۔ اس میں اتفاقات کا بھی خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط دخل ہے۔ سورج اور چاند کے اثرات کا بھی دخل ہے۔ ماحول کا بھی اثر ہے۔ حکومت کا بھی اثر ہے۔ لیکن جو ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ جو میں چاہوں گا۔ وہی ہو جائیگا۔ مگر

روحانی سلسلوں کی حالت

اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ جوانی کے وقت میں ان کی نظریں وسیع ہوتی ہیں۔ خدا تعالےٰ پر ان کا توکل بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ انہیں اپنی قوتوں کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری کوششوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں جو تغیر پیدا ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہو سکتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کی حالت ایسی انکساری کی تھی۔ کہ ان کے نفس بالکل مرے ہوئے تھے۔ لیکن جب یزید کے وقت میں ان کے اندر اضمحلال کے اثرات پیدا ہوئے۔ تو ان کے منہ سے ایسے ایسے اقوال سننے میں آتے ہیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ کبھی کبھی روحانی جماعتوں میں بھی ایسے دورے ہوتے ہیں۔ مگر وہ عارضی ہوتے ہیں۔ مکہ کے لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے۔ اسلئے ان پر ابھی روحانی لحاظ سے جوانی نہ آئی تھی۔ اور وہ اس سے کورے تھے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنگ پیش آگئی۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم بھی اس میں شریک ہوں گے۔ اور بتائیں گے۔ کہ ہم کیسے بہادر ہیں لیکن جب جنگ شروع ہوئی۔ اور دشمن نے دو طرف سے تیر برسانے شروع کئے تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر ایسے بھاگے۔ کہ ان کو پتہ ہی نہ رہا۔ کہ کدھر جا رہے ہیں۔ ان کے بھاگنے کی وجہ سے صحابہ کے اونٹ اور گھوڑے بھی ڈر کر ایسے بھاگے۔ کہ بے قابو ہو گئے۔ اور اسلئے صحابہ بھی بغیر ارادہ کے بھاگنے لگے۔ یہ نظارہ اللہ تعالےٰ نے اسلئے دکھایا۔ کہ تا بتائے۔ کہ

روحانی جوانی اور بڑھاپے میں کیا فرق ہے

نئے داخل ہونے والوں میں بڑ مارنے کی عادت تھی۔ مگر صحابہؓ میں یہ بات نہ تھی۔ منہ کی بکواس ان لوگوں میں ہوتی ہے۔ جن میں روحانی جوانی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی لوگوں میں اپنی طاقت پر گھمنڈ اور غرور ہوتا ہے۔

پس ہماری جماعت میں سے ہر شخص انفرادی طور پر اس معیار کے مطابق اپنی ایمانی حالت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جو دیکھے کہ اس کے اندر

غرور اور تکبر

ہے۔ وہ سمجھ لے۔ کہ اسکی روحانیت کمزور ہے اور اس پر بڑھاپے کی کیفیت ہے۔ بڑھاپے میں عقل خراب ہو جاتی ہے۔ جسمانیت میں بعض اوقات ایسے بوڑھے لوگ بھی جن کے ہاتھ رعشہ سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔ طاقت بالکل جواب دے چکی ہوتی ہے۔ مگر غصہ آتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہم تبا دیں گے۔ ہڈیاں چبا لیں گے۔ حالانکہ ان سے کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا۔ یہ جنون کی حالت ہے۔ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو۔ وہ سمجھ لے کہ اس کے اندر روحانی زندگی باقی نہیں۔

جس کے اندر زندگی موجود ہو

وہ کام کیا کرتا ہے۔ زبانی دعوے نہیں کیا کرتا۔ اس کے اندر انکسار ہوتا ہے۔ وہ اپنی طاقت اور اسکی حدود کو سمجھتا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ کرنا ہے اللہ تعالےٰ نے ہی کرنا ہے۔ میرے اندر جو طاقت ہے۔ وہ بھی دراصل اللہ تعالےٰ کی طاقت کا انعکاس ہے۔ کیا پتہ ہے۔ کہ اگر میں کام کرنے لگوں۔ تو اللہ تعالےٰ اپنا منہ مجھ سے پھیرے۔ اور میں اس کے مقابل نہ رہوں۔ اس لئے وہ کبھی گھمنڈ اور غرور نہیں کرتا۔ کیونکہ گھمنڈ اپنی چیز پر ہوتا ہے۔ لیکن جو سمجھتا ہے۔ کہ جو کچھ ہے وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ وہ گھمنڈ کیسے کر سکتا ہے۔ پس مومن کو ہمیشہ

جھوٹے وعدوں سے بچنا چاہیئے

کہ یہ قوم کی تباہی کا موجب ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بسا اوقات قوم ایسا اقدام کر بیٹھتی ہے کہ جو اسکی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ کام کو خراب کرنے والے ہوتے ہیں میں نے ہمیشہ دیکھا ہے۔ کہ مجلس شوریٰ کے موقعہ پر۔ یا جب میں تحریک جدید کا اعلان کرتا ہوں۔ تو بعض لوگ ایسے وعدے کر دیتے ہیں۔ اور ایسے ایسے دعوے کرتے ہیں۔ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ایک دفعہ مجلس شوریٰ میں ایک شخص نے تقریر کی۔ کہ جماعت میں فلاں فلاں کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ ہمیں ان کا اس اس طرح مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ کرنا چاہیئے۔ وہ کرنا چاہیئے۔ اس وقت اس جماعت کے جس کا وہ فرد تھا۔ ایک بزرگ وہاں بیٹھے تھے۔ اس شخص کے بعض سوالات تھے۔ جن کے متعلق میں نے اس بزرگ سے پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ اس شخص نے چھ سال سے کوئی چندہ نہیں دیا تو ایسے دعوے

ایمانی کمزوری کی علامت

ہوتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ طب کے متعلق ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک مشہور طبیب کے پاس ایک دفعہ ایک بوڑھا شخص آیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ مجھے کھانسی کی شکایت ہے۔ وہ شخص بہت بوڑھا تھا۔ ایسا بوڑھا۔ جسے گور کے کنارے کہا جاتا ہے۔ طبیب نے اسے کہا۔ کہ آپ کی یہ کھانسی عمر کا تقاضا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اب اسکی کھانسی کے علاج کا وقت نہیں۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ کچھ حرارت بھی رہتی ہے۔ طبیب نے کہا۔ یہ بھی تقاضائے عمر ہے۔ اس نے کہا۔ کہ قبض بھی رہتی ہے۔ طبیب نے کہا۔ کہ یہ بھی عمر کا تقاضا ہے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مجھے کھانا نہیں ہضم ہوتا۔ اور اس پر بھی طبیب نے یہی کہا۔ کہ یہ بھی عمر کا تقاضا ہے۔ اس نے کہا۔ نیند نہیں آتی۔ اور طبیب نے پھر یہی کہا۔ کہ یہ بھی عمر کا تقاضا ہے۔ اس نے اسی طرح پانچ سات بیماریاں بتائیں اور طبیب نے ہر ایک کے متعلق یہی جواب دیا۔ اس پر وہ بوڑھا

بے تحاشا گالیاں

دینے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بڑے طبیب بنے پھرتے ہو۔ طبیب عقلمند تھا۔ اس نے ان گالیوں پر بھی یہی جواب دیا۔ کہ یہ بھی تقاضائے عمر ہے۔ تو اس قسم کی حالتیں انسانی کمزوری کی دلیل ہوتی ہیں۔ منہ کے دعوے اپنے اندر کوئی خوبی نہیں رکھتے۔ ایسے دعووں سے بسا اوقات لوگ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ یہ بڑا مفید وجود ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ حقیقتاً ایسے دعوے کمزوری کی علامت ہوتے ہیں۔ طاقت کی علامت نہیں اس بوڑھے کا حکیم کو گالیاں دینا اسکی کسی طاقت کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے تھا۔ روحانی جماعتوں میں جو لوگ ایسے دعوے کرتے ہیں۔ ان میں بھی روحانی طور پر بڑھاپا ہوتا ہے۔ یا پھر ان پر جوانی آئی ہی نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ بچے ہی رہتے ہیں۔ بعض لوگ۔

ہمیشہ بچے ہی

رہتے ہیں۔ اور ان پر جوانی آتی ہی نہیں۔ اور بعض بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے غیر المغضوب کی دعا سکھائی ہے۔ کہ یا اللہ روحانی جوانی آنے کے بعد پھر بڑھاپا نہ آئے۔ کیونکہ جو اچھے دن دیکھ چکا ہو۔ اس کے لئے خرابی کے دن بہت تکلیف کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ سے ایک دفعہ تعلق ہونے کے بعد اس سے دوری بہت زیادہ افسوس کا موجب ہوتی ہے۔ مجھے جماعت کے ایک آدمی کا علم ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اچھا مخلص تھا۔ اور قربانی کا بھی اسے موقعہ ملا۔ مگر اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی شامت مقدر تھی۔ اور اس نے آخری زمانہ میں چندہ بلکہ نمازیں بھی چھوڑ دیں۔ اور اگر کوئی نصیحت کرتا۔ تو کہتا۔ ہم نے بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اب کوئی ضرورت نہیں۔ تو یہ

روحانی بڑھاپا

ہوتا ہے۔ اور زبانی دعوے کرنے والے دراصل اپنی روحانی کمزوری کا اظہار کرتے ہیں۔ مومن جو کچھ منہ سے کہتا ہے۔ اس سے زیادہ کر کے دکھاتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ مجلس شوریٰ یا تحریک جدید میں بعض لوگ بڑی بڑی باتیں بناتے ہیں۔ مگر بعد میں ایسے خاموش ہو جاتے ہیں۔ کہ کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ بعض تو بے شک اخلاص سے جو قربانی کرنی ہوتی ہے۔ کر دیتے ہیں۔ اور جو وعدہ کرتے ہیں۔ اس کے ایسے پابند ہوتے ہیں۔ کہ یاددہانی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن بعض زبانی دعوے تو بہت کرتے ہیں۔ لیکن انہیں پورا نہیں کرتے۔

پس مومن کو چاہیئے۔ کہ اپنے نفس کا مطالعہ کرتا رہے۔ اگر تو اس کے زبانی دعوے زیادہ ہیں۔ اور عمل سست ہے۔ تو وہ سمجھ لے۔ کہ روحانی بڑھاپا شروع ہو چکا ہے۔ یا جوانی آئی ہی نہیں۔ اور ایسے لوگ یاد رکھیں۔ کہ وہ

جماعت کی طاقت کا موجب نہیں ہوتے

بلکہ اسکی کمزوری کا موجب ہوتے ہیں۔ ہر سال مجلس شوریٰ اور تحریک جدید کے اعلان کے موقعہ پر میں نے تجربہ کیا ہے۔ کہ کچھ لوگ زبانی دعوے تو بہت کرتے ہیں۔ مگر عمل میں بہت کمزوری دکھاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے دعووں کی وجہ سے بسا اوقات اندازے غلط ہو جاتے ہیں۔ مجلس شوریٰ جب ختم ہوتی ہے۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب تمام مالی مشکلات دور ہو جائیں گی۔ مگر ان کے جانے کے بعد کچھ پتہ ہی نہیں رہتا۔ کہ وہ وعدے کہاں گئے۔ اور وعدے کرنے والے کہاں گئے۔ اسی طرح تحریک جدید میں میں دیکھتا ہوں۔ ایک بڑا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حصہ تو بے شک اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے۔ لیکن ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جو اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتا۔ اور وعدہ کرنے کے بعد ایسا خاموش ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس نے کوئی وعدہ کیا ہی نہ تھا۔ اور جب میں سکرٹریوں سے پوچھتا ہوں۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ دس دس خط لکھے ہیں۔ لیکن کسی کا جواب نہیں آیا۔ جب میں دوبارہ اعلان کرتا ہوں۔ تو پھر ان کی چٹھیاں آنے لگتی ہیں۔ کہ ہمارا وعدہ قبول کر لیا جائے۔ اور گذشتہ وعدوں کے متعلق بعض تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم نے کسی نے مانگا ہی نہیں۔ یا بعض کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہمیں کسی نے یاد نہیں کرایا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ پچھلی مرتبہ بڑی غلطی ہو گئی۔ اب ہم پچھلا بھی پورا کریں گے۔ اور اس سال کا بھی حالانکہ جب میں کہتا ہوں۔ کہ جو چاہے وعدہ کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ تو خواہ مخواہ گنہگار بننے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ وعدہ کرتے وقت تو کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ قبول نہ کیا گیا۔ تو ہم صدمہ سے ہی مر جائیں گے۔ اور اس قدر اصرار کرتے ہیں۔ کہ ہم بھی دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ اور خیال کر لیتے ہیں۔ کہ شاید ان کے اندر ندامت پیدا ہو چکی ہے۔ مگر اگلے سال پھر وہی حالت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ ساری زندگی وعدہ کرنے میں ہی سمجھتے ہیں۔ ان کے پورا کرنے میں نہیں تو میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ صرف وعدے کرنا اور جوش دکھانا روحانی بڑھاپے کی علامت ہے۔ یا اس امر کی کہ ان پر جوانی آئی ہی نہیں۔ بلکہ بچپن ہی کا زمانہ لمبا ہو رہا ہے۔ اور اس حالت پر ان کو خوش نہیں ہونا چاہیئے۔

قربانی کے مطالبہ پر

ان کے اندر ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور وعدے کر لیتے ہیں۔ مگر پورا کرنے کے وقت کئی مشکلات ان کے سامنے آ جاتی ہیں۔ یہ خطرناک علامت ہے۔ اور اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ بیمار ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنا علاج کریں۔ ورنہ ایسے گڑھے میں گریں گے۔ کہ جہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اور اگر ان کی

طبیعت میں جوش

تو آتا ہے۔ مگر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں ایسی بات کہنی چاہیئے۔ جسے پورا کر سکیں۔ اور پھر جب وعدہ کر لیتے ہیں۔ تو خواہ کیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسے پورا کر کے چھوڑتے ہیں۔ تو سمجھ لیں کہ ان کے اندر روحانیت موجود ہے۔ جسے بڑھانے سے وہ اس مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ جہاں پہنچ کر انسان کا اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سال میں

جماعت کو خاص طور پر توجہ

دلاتا ہوں۔ آج مجلس شوریٰ کا آغاز ہوگا۔ اور انہیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ یہ ایک دو سال جماعت پر خاص بوجھ کے ہیں۔ اس لئے دوستوں کو خاص طور پر قربانی کرنی چاہیئے۔ اور اس کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ عورتوں اور بچوں میں جلسے کئے جائیں۔ اور ان کو سلسلہ کی ضروریات اور مشکلات بتا کر اپنا ہم خیال بنایا جائے۔ کیونکہ جب تک وہ ہم خیال نہ ہونگے دوست اپنے وعدے پورے اور اپنے فرض ادا نہیں کر سکیں گے۔ مجھے سخت تعجب ہے۔ کہ گو تحریک جدید کا یہ دَور نہایت اہم تھا۔ اور ایک ایسا دور تھا۔ جس میں نئی زندگی کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ اور اس مضمون کو میں نے اچھی طرح واضح کر دیا تھا۔ مگر میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ وعدوں پر چار ماہ گزرنے کے باوجود اب تک

صرف سولہ ہزار روپیہ

وصول ہوا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ صرف چار ہزار روپیہ ماہوار آ رہا ہے۔ حالانکہ وعدے ایک لاکھ چھبیس ہزار کے ہیں۔ اور ابھی بیرونی ممالک کے وعدے [illegible] نہیں۔ جنہیں ملا کر امید ہے۔ ایک لاکھ تیس ہزار کے وعدے ہو جائینگے مگر اس وقت تک وصول صرف سولہ ہزار ہوا ہے۔ حالانکہ سال کا تیسرا حصہ گزر چکا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ جماعتیں کہتی ہیں۔ کہ اس وقت خلافت جوبلی فنڈ اور بجٹ پورا کرنے کی طرف متوجہ ہیں۔ مگر جب میں نے بجٹ کے اعداد و شمار منگوا کر دیکھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ۳۰ مارچ کو ختم ہونے والے ہفتہ میں ۳½ ہزار کی آمد ہوئی ہے۔ جس میں گذشتہ سال کی نسبت تین ساڑھے تین ہزار کی کمی ہے۔ اور جوبلی فنڈ میں گذشتہ ماہ میں صرف پانچہزار کی آمد ہوئی ہے۔ اور اس میں سے اگر وہ تین ہزار نکال دیئے جائیں۔ جو چندہ میں سے کم ہیں۔ تو گویا جوبلی فنڈ کی وصولی دو ہزار کی رہ جاتی ہے اور اسے اگر تحریک جدید کی آمد میں کمی کے مقابلہ پر رکھا جائے۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ جماعت نے آٹھ دس ہزار روپیہ کم دیا ہے۔ اور یہ کہہ دیا۔ کہ ہم وصولی کر رہے ہیں۔ اور کام میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن کام یہ کیا ہے۔ کہ ایک مد میں کمی کر کے دوسری میں دے دیا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ کوئی شخص ایک جیب سے نکال کر دوسری میں ڈال دے۔

میں نے آج سے چار سال پہلے بھی یہ بتایا تھا کہ

عورتوں اور بچوں کی مدد

کے بغیر یہ قربانی نہیں کی جا سکتی۔ جب تک وہ کفایت شعاری اور سادہ زندگی کا وعدہ نہ کریں۔ کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اٹھنی میں سے روپیہ نکالنے کا تو کوئی گُر نہیں بنایا۔ آٹھ آنہ میں سے آٹھ آنہ خرچ کر کے بھی کوئی شخص اگر یہ چاہے۔ کہ دو آنہ کسی اور کو بھی دیدے۔ تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کسی کو دو آنے دینے والا جب تک اپنے خرچ میں کمی کر کے اسے چھ آنہ پر نہیں لے آتا۔ اپنے وعدے کو پورا نہیں کر سکتا۔ اور آٹھ آنہ میں سے آٹھ آنہ ہی خرچ کرنے کے بعد بھی جو کسی کو دو آنہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ جھوٹا اور فریبی ہے۔ مخلص نہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کو بھی اور سلسلہ کو بھی دھوکہ دیتا ہے۔ پس قربانی کے لئے یہ امر اشد ضروری ہے۔ کہ عورتوں اور بچوں کو اپنا ہم خیال بنایا جائے۔ میں نے اس امر کی طرف کئی بار توجہ دلائی ہے۔ مگر افسوس کہ اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔ بلکہ ان کو یہ تحریک پہنچائی ہی نہیں گئی۔ حتیٰ کہ اس سال ایک اچھی بڑی اور مخلص جماعت کی عورتوں نے حلفیہ بیان کیا۔ کہ پچھلے سالوں میں ہمارے مردوں نے ہمیں بتایا ہی نہیں۔ کہ ایسی تحریک جاری ہے۔ یہ اچھی بڑی جماعت ہے۔ اور سو ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل ہے مگر اس کی عورتوں نے حلفاً بیان کیا ہے۔ کہ انہیں اس تحریک سے آگاہ ہی نہیں کیا گیا۔ تو جو لوگ ایسے سست ہوں۔ وہ کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کامیابی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ عورتیں اور بچے ہمارے ہمخیال ہوں جبتک ہمیں پیچھے کھینچنے والی کوئی چیز ہے۔ ہم آگے کس طرح جا سکتے ہیں۔ ہم جب آگے قدم اٹھائیں گے ہمارے بیوی بچے پیچھے سے کھینچیں گے۔ کہ ادھر آؤ۔ مگر افسوس ہے۔ کہ میری اس تجویز پر عمل نہیں کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بہت سے دوست ایسی گھبراہٹ میں ہیں۔ کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اگر وہ وعدے کریں۔ تو مشکل ہے۔ اور نہ کریں۔ تو مشکل ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں میں نے شروع میں ہی بتا دی تھیں۔ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائی تھیں۔ کہ آئندہ

ہمارے لئے قربانیوں کا وقت

آنے والا ہے۔ اور اسی لئے میں نے امانت کی بھی تحریک کی تھی۔ اور جن لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ وہ اپنے وعدے اچھی طرح پورے کر سکے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ایک غریب دوست نے جن کی آمد بارہ چودہ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں۔ سَو روپیہ چندہ دے دیا۔ اور یہ اس طرح کہ وہ ہر ماہ تین روپیہ امانت فنڈ میں جمع کراتے گئے۔ اور اس طرح چار سال میں سَو سے اوپر روپیہ جمع کر لیا۔ اور اب بھی کئی لوگ جو

امانت فنڈ میں روپیہ

جمع کراتے رہے۔ چندے آسانی سے ادا کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ جبکہ ان سے کئی گنا زیادہ تنخواہیں پانے اور آمد رکھنے والے ابھی ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں۔ کئی دوستوں نے مجھے لکھا ہے۔ کہ ہم دس دس اور پندرہ پندرہ سال سے مکان بنانا چاہتے تھے۔ مگر نہ بنا سکے تھے۔ لیکن اب اس تحریک کے ذریعہ مکان بنانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ تو چندوں کی ادائیگی میں آسانیوں کے علاوہ اس کے اور بھی فوائد تھے۔ لیکن دوستوں نے اس کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اور خیال کر لیا۔ کہ وقت پر کچھ نہ کچھ انتظام ہو ہی جائے گا۔ اور خدا تعالےٰ کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دیگا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ بھی انہی کی مدد کرتا ہے۔ جو خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ جو تلعب کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کی مدد کبھی نہیں کرتا۔ پس میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ غلط وعدے نہ کیا کریں۔ اور دوسرے آج کا کام کل پر کبھی نہ چھوڑا کریں۔ یہ

نہایت ہی خطرناک بات

ہے۔ بعض لوگ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ کل کر دیں گے۔ مگر وہ کل کبھی نہیں آتا۔ اور چندہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ ابھی پچھلے سال کے وعدوں میں سے بارہ ہزار کے قریب قابل ادا ہیں۔ حالانکہ مارچ ختم ہو چکا ہے۔ اور اپریل شروع ہے۔ اور یہ بقایا معافیوں کو نکال کر ہے۔ نیز ان وعدوں کو نکال کر جن کے کرنے والے فوت ہو چکے ہیں۔ ورنہ یہ رقم بہت بڑھ جاتی ہے۔ جس رفتار سے اب گذشتہ سال کے وعدے پورے ہو رہے ہیں۔ اس سے تو دو تین سال میں بھی یہ بقایا پورا ہونا مشکل ہے۔ آج کل گذشتہ بقایا کی آمد دس پندرہ روپیہ روزانہ کی ہے۔ اور کسی دن کچھ بھی نہیں ہوتی۔ اس حساب سے یہ وعدے دو تین سال میں بھی پورے ہونے مشکل ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ آخر میں ادا کر دیں گے۔ حالانکہ بقایا ہمیشہ ان لوگوں کے ذمہ ہی رہتا ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ

آخر میں دے دیں گے

میں نے یہ واقعہ پہلے بھی کئی دفعہ سنایا ہے۔ کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک جنگ پر جانے کا اعلان فرمایا۔ تو ایک صحابی نے جو مالدار تھے۔ خیال کیا۔ کہ میں مالدار ہوں۔

فاروق جلد ۲۴ نمبر ۱۵
مورخہ ۱۲ اپریل سنہ ۳۹ء
Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیاری جب چاہوں گا۔ کرلوں گا۔ آخر کوچ کا دن آگیا۔ اور انہوں نے دیکھا۔ کہ سامان تیار نہیں۔ تو پھر دل کو تسلی دے لی۔ کہ میں کل تیاری کرکے جاملوں گا۔ مگر دوسرے دن اور مشکل پیش آگئی۔ اور بات تیسرے دن پر جاپڑی۔ تیسرے دن تیار ہوا۔ تو ادھر سے آنے والے قافلوں سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کئی کئی منزلوں کا کوچ کرتے ہوئے دور تک نکل گئے ہیں۔ اور اب آپ سے ملنا ناممکن ہے۔ اور وہ سفر سے رہ گئے۔ اور اس وجہ سے وہ اس سزا کے مستحق ہوئے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں غیر معمولی تھی۔ یعنی ان کا مقاطعہ ہوا۔ حتیٰ کہ ان کی بیوی کو بھی ان سے کلام کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لائے۔ تو جواب طلبی کے لئے ان کو بلایا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ پہلے میرے نفس نے مجھے دھوکا دینا چاہا۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ کوئی بہانہ بنا دوں۔ مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گیا۔ تو ان لوگوں سے جو پہلے سے وہاں موجود تھے۔ دریافت کیا۔ کہ مجھ سے پہلے کن کن لوگوں کی جواب طلبی ہوچکی ہے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ فلاں فلاں کی۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ پھر ان سے کیا سلوک ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان میں سے دو کو تو ٹھہرالیا۔ اور فرمایا ہے۔ کہ تمہارا فیصلہ بعد میں ہوگا۔ اور باقیوں کے لئے ہاتھ اٹھاکر دعا مانگی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں معاف کرے وہ صحابی کہتے ہیں۔ کہ جن کو ٹھہرایا گیا تھا۔ وہ مومن تھے۔ اور جن سے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ اللہ تم تمہیں معاف کرے۔ وہ منافق تھے۔ اس پر میں نے کہا۔ کہ خواہ کوئی سزا ملے۔ میں اپنے آپ کو منافقوں میں شامل نہیں کروں گا۔ اس لئے میں نے جاکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور اقرار کرلیا۔ کہ میرا قصور ہے۔ اور مجھ سے سستی ہوئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے بھی فرمایا۔ کہ ٹھہرو۔ تمہارا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ کوئی شخص ان سے کلام نہ کرے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس حکم کو اور بھی سخت کردیا۔ اور فرمایا۔ کہ ان کی بیویاں بھی ان سے کلام نہ کریں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایک ایسے شہر میں جہاں مسلمان ہی مسلمان بستے تھے۔ یہ سزا کتنی بڑی سزا تھی۔ مدینہ میں یہودی بھی تھے۔ مگر ان کی بستیاں مدینہ سے کچھ فاصلہ پر الگ تھیں۔ یہ صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے ایک رشتہ دار کے پاس گیا۔ جو میرا چچیرا بھائی تھا۔ اور ہماری باہمی محبت بہت زیادہ تھی۔ حتیٰ کہ کھانا بھی اکٹھا ہی کھایا کرتے تھے۔ میں ان کے پاس گیا۔ وہ باغ میں کام کررہے تھے۔ میں وہاں گیا۔ اور جاکر کہا۔ کہ مجھے جو سزا ملی ہے۔ وہ تو ملی ہی ہے۔ مگر تم یہ تو جانتے ہی ہو۔ کہ میں منافق نہیں ہوں۔ اور جو کچھ ہوا ہے۔ غلطی سے ہوا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ مجھے کوئی جواب دیتا۔ اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھاکر کہا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور میں وہاں سے چلا آیا۔ دروازہ کی طرف جانے کا بھی خیال نہ رہا۔ اور دیوار سے کود کر ہی باہر آگیا۔ اور شہر کی طرف آیا۔ ابھی شہر میں داخل ہورہا تھا۔ کہ ایک شخص نے کسی اجنبی کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا۔ وہ اجنبی میرے پاس آیا۔ اور مجھے ایک خط دیا۔ میں نے کھولا تو وہ غسان قبیلہ کے بادشاہ کا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا۔ کہ تم اپنی قوم کے بڑے معزز آدمی ہو۔ اور میں نے سنا ہے۔ کہ تمہارے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا ہے۔ اور بے عزتی کی ہے۔ دراصل وہ شریفوں سے سلوک کرنا جانتے ہی نہیں۔ تم میرے پاس آجاؤ۔ اور یہاں تمہاری شان کے مطابق تم سے سلوک کیا جائے گا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا۔ کہ یہ

شیطان کی طرف سے آخری امتحان

ہے۔ پاس ایک تنور جل رہا تھا۔ میں نے وہ خط اس میں ڈال دیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ جاکر اپنے آقا سے کہہ دینا۔ کہ تمہارے خط کا یہ جواب ہے۔ ان کی شاید یہی ادا اللہ تعالےٰ کو پسند آگئی۔ رات کو سوئے۔ سویرے اٹھے۔ نماز پڑھنے گئے۔ اور پڑھ کر واپس آگئے۔ ان سے کوئی بولتا تو تھا نہیں۔ اسلئے نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو الہام ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان تینوں کی سزا معاف کردی۔ فجر کی نماز کے بعد آپ بیٹھ گئے۔ اور ان تین سزا یافتوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ کہ کیا وہ موجود ہیں۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ کہ فلاں ہے۔ اور فلاں نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ رات مجھے اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ کہ ان تینوں کو اس نے معاف کردیا۔ یہ سنتے ہی ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوکر ان کی طرف دوڑ پڑا۔ کہ خوشخبری سنائے۔ مگر ایک اور زیادہ ہوشیار نکلا۔ پاس ہی ایک ٹیلہ تھا۔ اس نے اس پر چڑھ کر زور سے آواز دی۔ کہ مالک تم کو اللہ تعالےٰ نے معاف کردیا۔ ان کی غلطی منافقت کی وجہ سے نہ تھی اس لئے تو یہ بھی ایسی کی۔ کہ کہا۔ مجھ سے یہ غلطی مال کی زیادتی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ مجھے معاف کرے گا۔ میں اپنا سارا مال اسکی راہ میں دے دوں گا۔ اور اس دیانت کے ساتھ اس وعدہ کو نباہا کہ جب معافی کی آواز آئی۔ تو آپ نے کہا۔ کہ میں یہ خوشخبری سنانے والے کو کپڑوں کا ایک جوڑا تحفہ کے طور پر دوں گا۔ جیسا کہ ہمارے ملک میں کہتے ہیں۔ کہ منہ میٹھا کراؤں گا۔ مگر بعد میں خیال آیا۔ کہ میں نے تو سارا مال خدا تعالےٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے اسے کپڑوں کا جوڑا کسی دوست سے قرض لے کر دیا۔ اور کہا۔ کہ میں دوبارہ کماکر یہ قرض ادا کردوں گا۔ لیکن اپنے سابق مال میں سے نہ دیا۔ کیونکہ وہ

سب کا سب خدا تعالےٰ کی راہ میں

دے چکے تھے۔ تو ان کو یہ سزا محض اسی لئے برداشت کرنی پڑی۔ کہ انہوں نے خیال کرلیا۔ کہ میں کل چلا جاؤں گا۔ اگر وہ پہلے ہی دن چلے جاتے۔ تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا اور ثواب حاصل کرسکتے۔ تو بہت سے لوگ اس لئے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ وہ خیال کرلیتے ہیں۔ کہ کل کرلیں گے۔ حالانکہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کل موقعہ ملے یا نہ ملے۔ اس لئے جب بھی موقعہ ملے۔ فوراً اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ پس میں دوستوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

وعدے سوچ کر کیا کریں

اور جب وعدہ کیا کریں۔ تو اس کے پورا کرنے میں دیر نہ کیا کریں۔ نماز کے بعد اب وہ شوریٰ میں بیٹھیں گے۔ پھر بجٹ پیش ہوگا۔ اور پھر کئی کہیں گے۔ کہ یہ کیا مشکل ہے۔ مگر اس کے بعد وہ چپ چاپ گھروں کو چلے جائیں گے۔ اور اس کے پورا کرنے کے لئے کوئی حقیقی جدوجہد نہ کریں گے۔ اس کے علاوہ

تحریک جدید کے متعلق

بھی میں پھر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ اس سے سلسلہ کی ترقی اور اشاعت کی ایک عظیم الشان بنیاد رکھی جارہی ہے۔ اور جو اس میں حصہ لیں گے۔ وہ ہمیشہ کے لئے عظیم الشان ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اس لئے اس کے وعدوں کو بھی پورا کریں۔ لیکن یہ یاد رکھیں۔ کہ جب تک عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ ملایا جائے گا۔ قربانی مشکل ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ان کو بھی واقف کیا جائے۔ تا وہ تمہارا ہاتھ بٹا سکیں۔ اور ہر فرد کو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ جلد از جلد وعدہ پورا ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کل پر ڈال دیا جائے۔ اور اس طرح یہ کبھی بھی پورا نہ ہوسکے۔ نیت اور ارادہ کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہو۔ تو پھر شوریٰ بھی بابرکت ہوسکتی ہے۔ اور تحریک جدید بھی مفید نتائج کا باعث بن سکتی ہے۔

مومن کی نیت

خدا تعالےٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ پس دل میں پختہ ارادہ کرلو۔ کہ اللہ تعالےٰ مومن کے ارادوں کے پورا ہونے کے سامان خود بخود کردیتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ ایک مقدمہ پیش ہوا۔ ایک عورت سے دوسری کا دانت ٹوٹ گیا تھا۔ جس سے دانت ٹوٹا۔ وہ ایک مخلص اور قربانی کرنے والی عورت تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسکی سفارش کی۔ اور دوسرے شخص سے جو اپنی پھوپھی کی طرف سے پیروی کررہا تھا۔ فرمایا۔ کہ اسے معاف کردو۔ مگر اس نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ۔ ہماری پھوپھی کا دانت توڑا گیا ہے۔ ہم صبر نہیں کرسکتے۔ جب تک توڑنے والی کا دانت نہ توڑا جائے۔ ہاں اگر آپ حکم دیں۔ تو علیحدہ بات ہے۔ ہم مان لیں گے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ میں حکم نہیں دیتا۔ یہ بات سن کر دوسری عورت کا بھتیجا جو اسکی طرف سے پیروی کررہا تھا۔ جوش میں آگیا۔ اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم میری پھوپھی کا دانت نہیں توڑا جائیگا اس کے منہ سے یہ الفاظ ایسے جوش۔ یقین اور توکل کے ساتھ نکلے۔ کہ دوسرے فریق کے دل میں گھر کرگئے۔ وہ کانپ گئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ۔ ہم معاف کرتے ہیں۔ یہ الفاظ کہنے والا غریب آدمی تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کپڑے پھٹے ہوتے ہیں۔ جسم گرد آلود ہوتا ہے۔ مگر جب وہ خدا تعالےٰ کی قسم کھاکر کوئی بات کہہ دیں۔ تو خدا تعالےٰ اسے ضرور پورا کردیتا ہے۔ تو دیکھو یہ کتنا بڑا تصرف ہے۔ کہ جو بات وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سفارش سے ماننے پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے پر کہ خدا کی قسم میری پھوپھی کا دانت نہیں توڑا جائیگا مان گئے۔ نہ معلوم یہ الفاظ کس توکل اور اللہ تعالےٰ سے تعلق کی بناء پر اور یقین کے ساتھ کہے گئے ہوں گے۔ کہ

اللہ تعالےٰ کی غیرت

بھی جوش میں آگئی۔ اور اس نے کہا۔ کہ جب میرے بندے نے میری قسم کھا کر کہا ہے۔ کہ میری پھوپھی کا دانت نہیں توڑا جائیگا تو میں بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ نہیں توڑا جائے گا۔ اور جب خدا تعالےٰ کوئی بات کہے۔ تو کس کی طاقت ہے۔ کہ انکار کرے۔ اس لئے دوسرے فریق نے بھی کہہ دیا۔ کہ میں نے معاف کیا۔ تو مومن کی نیت بہت بڑی چیز ہے۔ پس اگر تم مومن ہو۔ تو ایک پختہ عزم اور ارادہ اپنے اندر پیدا کرو۔ پھر دیکھو گے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسا فضل نازل ہوگا۔ کہ تمام مشکلات خود بخود دور ہو جائیں گی۔ تمہارے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے یا تو وہ نئے سامان پیدا کر دے گا۔ یا پھر تمہارے حوصلے بڑھا دیگا اور تمہارا مقصد دونوں طرح حل ہو جائے گا۔ ایک بھوکے شخص کی تکلیف دور کرنے کے دو ہی علاج ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکی بھوک اڑا دی جائے۔ اور دوسرے یہ کہ اسے کھانا دے دیا جائے۔ مجھے یاد ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری سال

تھا۔ آپ کے بعد خلافت اولیٰ کا کوئی رمضان تھا۔ بہرحال موسم کی گرمی کے سبب یا اسلئے کہ میں سحری کے وقت پانی نہ پی سکا تھا۔ مجھے ایک روزہ میں شدید پیاس محسوس ہوئی تھی۔ کہ مجھے خوف ہوا۔ کہ میں بے ہوش ہو جاؤنگا اور دن غروب ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ میں نڈھال ہو کر ایک چارپائی پر گر پڑا۔ اور میں نے کشف میں دیکھا۔ کہ کسی نے میرے منہ میں پان ڈالا ہے۔ میں نے اسے چوسا۔ تو سب پیاس جاتی رہی۔ چنانچہ جب وہ حالت جاتی رہی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ پیاس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس طریق سے میری پیاس بجھا دی۔ اور جب پیاس بجھ جائے۔ تو پانی پینے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ غرض تو یہ ہوتی ہے۔ کہ ضرورت پوری کر دی جائے۔ خواہ مناسب سامان مہیا کر کے ہو۔ خواہ اس سے استغناء کی حالت پیدا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک شخص نے لکھا۔ کہ دعا کریں۔ فلاں عورت کے ساتھ میرا نکاح ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم دعا کریں گے۔ مگر نکاح کی کوئی شرط نہیں۔ خواہ نکاح ہو جائے۔ خواہ اس سے نفرت پیدا ہو جائے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور چند روز بعد اس نے لکھا۔ کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اسی طرح مجھے بھی ایک شخص نے ایسا لکھا تھا۔ اور میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت میں اسے یہی جواب دیا۔ اور اس نے مجھے بعد میں اطلاع دی۔ کہ اس کے دل سے اس کا خیال جاتا رہا۔ پس اللہ تعالےٰ دونوں صورتوں میں مدد کر دیتا ہے۔ پس اپنے اندر

ایک پختہ عزم پیدا کرلو

اور چھوٹے دعووں سے بچو۔ کہ یہ یا تو روحانی بڑھاپے اور یا پھر بچپن کی علامت ہوتے ہیں۔ روحانی جوانی کے وقت انسان کے اندر انکسار فروتنی۔ توکل اور معرفت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ کبھی منہ سے ایسی بات نہیں نکالتا۔ جسے پورا کرنے کا اس کے دل میں عزم نہ ہو۔ اور جب وہ کوئی بات کر دیتا ہے۔ تو ایسی پختہ کرتا ہے۔ کہ چاہے ہمالیہ پہاڑ اڑ جائے۔ مگر اسکی بات نہیں بدلتی۔

فاروق کا تحریک جدید نمبر

خدا کے فضل سے نہایت کامیاب ہوا۔ احباب نے اسکو بہت پسند کیا۔ اور تحریک جدید کے متعلق ضروری امور سے واقفیت کے لئے اس خاص نمبر کو مفید پایا۔ اگرچہ فاروق کی حالت بوجہ کمی خریداران اسکی متحمل نہ تھی۔ کہ یہ کوئی خاص نمبر نکال سکتا۔ مگر خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ باوجود مالی کمزوری کے ۲۴ صفحہ کا خاص نمبر میں شائع کر سکا آئندہ چار پرچے صرف آٹھ آٹھ صفحات کے نکالنے کا ارادہ تھا۔ تاکہ یہ خرچ جو خاص نمبر پر ہوا ہے وہ پورا ہو جائے۔ لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دو خطبے شائع ہو گئے تھے۔ اسلئے میں نے دونوں خطبوں کو خریداروں تک پہنچانا ضروری خیال کیا۔ اور بجائے آٹھ صفحہ کے یہ پرچہ ۱۲ صفحہ پر ہی نکالنا پڑا۔ اگر احباب فاروق کے لئے خریدار پیدا کریں۔ تو ایسی دقتیں دور ہو سکتی ہیں۔ اگلے پرچہ میں

فاروق کا اثر الفضل پر

کے عنوان سے ایک مضمون فاروق میں لکھوں گا۔ احباب اس کا انتظار کریں۔ وہ نہایت مفید ہونے کے علاوہ ایک

تحریک جدید و تبلیغ احمدیت

وسط جاوا میں ایک مشہور سابق نیشنلسٹ لیڈر کا قبولیت احمدیت کا اعلان

پوروکرتو (مڈل جاوا) مشن کی مختصر تبلیغی رپورٹ

(۲)

میں اپنی ایک گذشتہ رپورٹ میں اپنے پوروکرتو آنے۔ یہاں پر ایک نئی جماعت کے قیام اور عید الفطر تک کے تبلیغی واقعات کے متعلق اختصار سے کسی قدر عرض کر چکا ہوں۔ رمضان شریف کے بعد اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے اور بھی عمدہ حالات و اسباب تبلیغ پیدا فرما دیئے۔ دسمبر ۳۸ء کے ابتدائی ایام میں میں ایک دوسرے شہر Bandjar Negara (بنجر نگارا) نامی میں چند روز کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں ان ایام میں ایک دوست بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ۔ یہ صاحب Mulo تک پڑھے ہوئے ہیں۔ اور عربی کی تعلیم بھی کسی قدر حاصل کی ہوئی ہے۔ ان کے والد اس علاقہ کے ایک مشہور عالم تھے۔ اور حکومت کی طرف سے Penghoeloe یعنی قاضی کے عہدہ پر مقرر تھے۔ چند سال ہوئے وفات پا گئے ہیں۔ ان کے خاندان کے تقریباً سارے کے سارے آدمی اچھے تعلیم یافتہ اور مذہبی آدمی ہیں۔ اور یہ خاندان بنجر نگار اور اس کے گرد و نواح میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسے خاندان کے ایک فرد کا جماعت احمدیہ میں داخل ہونا ایک اچھی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ مولیٰ کریم ہمارے اس نئے بھائی "احمد شربینی احسان" کو اپنے خاندان اور علاقہ کے لئے تبلیغ احمدیت کے لئے مبارک ثابت کرے۔ آمین۔

جیسا کہ اس سے قبل میں اپنے ایک سابقہ عریضہ میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ یہاں میرے آنے کے چند روز بعد اللہ تعالےٰ نے ایک بہت معزز اور تعلیم یافتہ دوست کے مکان پر درس قرآن مجید کے شروع کرنے کے سامان پیدا فرما دیئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک جہاں کہ کئی تعلیم یافتہ معززین مرد و خواتین شامل درس ہوتے ہیں۔ صاحب مکان مکرم محمد سوروسو صاحب Toean Mohd Soeroso آپ روز مہمانوں کی خاطر خاص اہتمام فرماتے ہیں۔ جبکہ درس ہوتا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

مکرم محمد سوروسو صاحب آج کل گورنمنٹ سروس میں ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہیں۔ آج سے چند سال قبل یہ جاوا کے ایک مشہور نیشنلسٹ لیڈر تھے۔ اور جمعیۃ "شریکۃ اسلام" Sjarikat Islam. کے پریذیڈنٹ تھے۔ لیکن آج کل ان کے وہ پرانے تمام خیالات تبدیل ہو چکے ہوئے ہیں۔ رمضان شریف تک ہفتہ واری درس کا سلسلہ ان کے مکان پر جاری رہا۔ لیکن اب ماہ دسمبر سے بعض مصلحتوں کی بناء پر وہاں سے تبدیل کر کے ایک اور صاحب کے مکان پر سلسلہ درس قرآن مجید شروع کیا گیا۔ جو کہ اب تک جاری ہے۔ یہ دوست بھی ایک اچھے تعلیم یافتہ اور گورنمنٹ سروس میں اچھی پوزیشن پر کام کرتے ہیں۔ یہاں بھی بعض تعلیم یافتہ مرد و خواتین اچھی خاصی تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ الحمد للہ۔

علاوہ ازیں بعض دوسرے مقامات پر بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے اچھے نتائج نکل رہے ہیں۔ مزید عمدہ نتائج کے لئے احباب کرام دعائیں جاری رکھ کر عند اللہ ماجور ہوں۔ درس کے بعد عموماً مختلف سوالات اور جوابات وغیرہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جو کہ بعض اوقات رات کے بارہ بارہ ایک ایک بجے تک چلا جاتا ہے۔

دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ہمارے دو احمدی بھائی (ہندوستانی) جو کہ قریباً چار ماہ تک یہاں مقیم رہے تھے۔ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں یہاں سے دوسرے علاقہ میں چلے گئے۔ اور اس طرح ان کے چلے جانے کے بعد بظاہر ہماری جمعہ کی نمازوں میں دو آدمیوں کی کمی واقع ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالےٰ جو کہ بڑا کارساز و حکیم ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس نے اس کمی کو نہایت اعلیٰ طرز سے پورا فرما کر عظیم الشان احسان و فضل فرمائے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ چنانچہ ماہ دسمبر میں آٹھ افراد کو سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کا شرف اس نے عطا فرمایا۔ الحمد للہ۔ جن میں پانچ بالغ مرد و خواتین اور تین بچے ہیں۔ ان بیعت کرنے والوں میں سے ایک دوست وہی ہمارے مکرم محمد سوروسو صاحب ہیں۔ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اخویم مکرم محمد سوروسو کے بیعت کرنے سے ہماری جماعت کی تاریخ کے لئے ایک نیا باب کھلا۔

ہماری Baba جماعت کے متعلق کئی سوسائیٹیوں اور جماعتوں میں ایک حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ بعض لوگوں کی تو تحقیق کرنے کی طرف توجہ ہونی شروع ہوئی۔ اور بعض کو مخالفت کی سوجھی۔ بعض لوگوں نے ہمارے خلاف نہایت رذیلانہ جھوٹا پراپیگنڈا شروع کیا۔ کہ ہم قادیانیوں کا نیا کلمہ ہے۔ اور نیا نبی وغیرہ وغیرہ۔ اور اس پراپیگنڈا میں خصوصًا ایک "یزیدی صفت" گروپ نے تو اپنی دشمنیٔ اہلبیت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ نومبائعین اور خصوصًا محمد سوروسو صاحب کے بیعت کرنے سے ان کے گھر میں صف ماتم بچھ گیا۔ اور حسد کی آگ میں وہ لوگ جلنے لگ گئے۔ اور بعض بڑی بڑی طاقتوں کی کلوں کے پرزوں میں بھی کچھ حرکت دکھائی دینے لگی۔ غرض ایک نیا ماحول پیدا ہونا شروع ہوا۔ لیکن کون ہے۔ جو خدا کے کاموں کو روک سکے؟ اور ان تمام مخالفانہ اور غیر مخالفانہ باتوں کا اثر ہمارے لئے کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہی ثابت ہوتا گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یہاں پر یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ اخویم محمد سوروسو صاحب نے جس موقعہ پر بیعت کی۔ وہ ایک نہایت نازک وقت تھا۔ ایک پولیٹیکل اور سیاسی دماغ کے لئے ویسا موقع اکثر ٹھوکر کا باعث ہوتا ہے۔ غرض ایک دنیا دار کی پوزیشن سے ان کو وہ ایک نہایت تردّد میں ڈالنے والی گھڑی تھی۔ سوروسو صاحب نے اس وقت بیعت کی۔ جبکہ جزائر شرق الہند (انڈونیشیا) کی سنٹرل اسمبلی کی الیکشن میں صرف اٹھارہ دن باقی رہتے تھے۔ اور ہمارے یہ دوست "Voolksraad" یعنی دسنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی) کی ایک نشست کے لئے مڈل جاوا سے امیدوار کھڑے کئے گئے تھے۔ ایک نہایت نازک مرحلہ تھا۔ کہ وہ باقی تمام اطراف سے بے نیاز ہو کر مقابلہ کے لئے لڑیں۔ کیونکہ اکیلے ہماری کوئی قوت نہیں تھی۔ لیکن آفرین صد آفرین اس کے ایمان و اخلاص پر کہ اس نے ان تمام دنیاوی لالچوں اور دنیوی عزت کی چنداں پروا نہ کرتے ہوئے اخروی عزت کو مقدم کیا۔ اور مومنانہ شان سے بے خوف و خطر ہو کر ۱۶ر دسمبر ۳۸ء کو سیدنا فضل عمر کی بیعت کر کے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے لشکر کا ایک سپاہی بننے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرماوے۔ اور مبارک کرے۔ آمین۔

نیز ان کے علاوہ جماعت پوروو کرتو کے جنرل سکرٹری مکرم سریڈو صاحب کو بھی مڈل جاوا کی تین نشستوں میں سے ایک کے لئے امیدوار تجویز کیا گیا تھا۔ الحمد للہ۔

بٹاویہ جانا:۔ انڈونیشیا کی تاریخ احمدیت میں یہ سب سے پہلا موقعہ ہے۔ کہ احمدیہ جماعت کے افراد کو بھی غیروں کی طرف سے سنٹرل اسمبلی جزائر شرق الہند کی نشستوں کے لئے امیدوار تجویز کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو دوستوں کو Candidate تجویز کیا گیا۔ اور یہ دونوں ہی پوروو کرتو کی سب سے نئی اور مختصر سی جماعت کے ممبر ہیں۔ مقابل پر بڑے بڑے ہاتھی نما تھے۔ جن میں ڈپٹی کمشنر۔ کلکٹر اور بیرسٹر وغیرہ کی اکثریت تھی۔ (یہاں پر ہندوستان کی طرح سرکاری افسروں کا اسمبلی کے لئے امیدوار کھڑا ہونے میں ان کی سرکاری پوزیشن مانع نہیں) اسلئے بظاہر ہماری کامیابی ایک نہایت مشکل و ناممکن امر تھا۔ اور الیکشن میں صرف دو ہفتے باقی رہ گئے تھے۔ تاہم ہم نے حتی المقدور مقابلہ کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور مجھے خود بھی اس سلسلہ میں پندرہ سولہ روز کے لئے پوروو کرتو سے باہر بٹاویہ وغیرہ جانا پڑا۔ اور ۲ر جنوری ۳۹ء کو واپس پوروو کرتو آیا۔ ماہ دسمبر میں متعدد بار مجھے لوکل جماعت کے کاموں کے سلسلہ اور تبلیغی اغراض سے بعض حکام ضلع سے ملاقاتیں کرنی پڑیں۔ ایک ملاقات کے دوران میں یہاں کے Regent صاحب کو احمدیت انگریزی کی ایک جلد تحفۃً پیش کی۔

جناب Regent صاحب انگریزی اچھی طرح جانتے ہیں۔ "احمدیہ البم" بھی دکھایا۔ جو دیکھ کر انہوں نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی بہت تعریف کی۔ نیز یہ بھی ذکر کیا۔ کہ کئی دفعہ یوروپین اخبارات میں "لنڈن مسجد" میں مختلف تقاریب کے حالات اور فوٹو وغیرہ ان کے دیکھنے میں آتے ہیں۔ مخدومی حضرت مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا ایک فوٹو بھی ان کو دکھایا۔ جو کہ سبز عمامہ میں پوسٹ کارڈ سائز پر ہے۔ اور جس پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تبلیغی فقرات شائع کرائے ہوئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کا فوٹو ایک مضمون کے ضمن میں دکھانے کا موقع ملا۔ جو کہ ہم نے اپنے ماہواری مجلہ "Penoendjoek" "Djalan" پنو جک جالن (خضر راہ؟) میں شائع کیا تھا۔ اور اس میں حضرت مفتی صاحب کی امریکہ میں تبلیغی مساعی اور جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق ایک مضمون میں ذکر تھا۔

احباب یہ سنکر خوش ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ یہاں پوروو کرتو سے ہم نے ایک خوبصورت ماہوار رسالہ جاری کر رکھا ہے۔ جو کہ ریویو آف ریلیجز انگریزی کے سائز پر ۲۴ صفحات کا ہوتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اور ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کہ باوجود پوروو کرتو کی جماعت کو قائم ہوئے ابھی چند ماہ ہوئے ہیں۔ ہم باقاعدہ ایک ماہوار مجلہ شائع کر رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک

بٹاویہ سے واپسی پر مجھے ایک دن کے لئے Dr. Raden (بانڈنگ Badoeng) Soerohariono P.h.D. کی دعوت پر ٹھہرنا پڑا۔ یہ صاحب تمام انڈونیشیا میں بہت شہرت رکھتے ہیں۔ اور کئی ایک مشرقی و مغربی ممالک کی زبانیں جانتے ہیں۔ مثلاً جاپانی۔ چینی۔ جاوی ملائی۔ سونڈی۔ عربی۔ روسی۔ جرمن۔ فرنچ۔ ڈچ۔ انگریزی اور ترکی وغیرہ وغیرہ۔ جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ کی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل ہیں۔ ان سے پہلی دفعہ میری ملاقات گذشتہ اکتوبر میں یہاں پوروو کرتو میں جناب Wadana صاحب کے مکان پر ہوئی تھی۔ جو کہ ان کے بھتیجے ہیں۔ اور اس وقت میں نے ان کو "ٹیچنگ آف اسلام" اور "احمدیت" کا ایک ایک نسخہ دیا تھا۔ میرے مکرم محمد محی الدین صاحب پریذیڈنٹ اعلیٰ جماعتہائے انڈونیشیا بھی اس دفعہ بانڈنگ میں میرے ہمراہ تھے ہم سے وہ نہایت خوش خلقی سے پیش آئے۔

نفلی روزے:۔ یہاں پر روزوں کے متعلق یہ اطلاع کہ حضور نے امسال سات روزے رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ ۱۲ر دسمبر کے بعد ملی۔ اگرچہ بیرون ہند کے لئے جنوری سے شروع کرنے کی اجازت تھی تاہم ہم نے اس خیال سے کہ حضور کے ساتھ شامل ہو سکیں۔ ۱۵ر دسمبر سے پہلا روزہ شروع کر دیا۔ اور پھر جنوری میں بھی ان کے علاوہ سات روزے مزید رکھے۔ تا بیرون ہند کے احباب کے ساتھ بھی شامل ہو سکیں۔ مرد و خواتین نے اپنے پیارے آقا کے ارشاد مبارک پر لبیک کہتے ہوئے مقررہ روزے رکھے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

جنوری ۳۹ء اور نئے سال کا آغاز

نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی ہمارے کام میں بھی ایک نیا اضافہ ہوا۔ یعنی ہر اتوار کی رات کو تبلیغی میٹنگ کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جن میں کہ بعض غیر احمدی شرفاء کو شامل ہونے کے لئے دعوت دی جاتی تھی۔ مکرم محمد سوروسو صاحب نے بیعت کرنے کے چند روز بعد یہ احساس کرتے ہوئے کہ ہمارے پاس نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے اسقدر کشادہ جگہ نہیں۔ (جہانتک ہم جنوری تک نمازیں ادا کرتے رہے تھے) اس ارادہ کا اظہار کیا۔ کہ وہ اپنے سابقہ مکان کو تبدیل کر کے ایک کشادہ اور باموقعہ مکان لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اپنے اس ارادہ کو انہوں نے جنوری میں عملی جامہ پہنا کر ایک بہت بڑا کشادہ اور باموقع مکان لے کر اپنے اخلاص اور قربانی کا ثبوت پیش کیا۔ اس مکان میں ہال کی شکل کا ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ جہاں کہ اتوار کی شب کو اجلاس کرنے شروع کئے۔ اور اس کے علاوہ مرد و مستورات کے لئے علیحدہ علیحدہ جمعہ کی نماز کے لئے مخصوص دو کمرے ہو گئے۔ اس تجویز میں بہت بڑا دخل ان کی اہلیہ صاحبہ محترمہ کا تھا۔ اور در اصل اس تجویز کی محرک وہی تھیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ غرض ہمارے اس محترم بھائی و محترمہ بہن کے اخلاص کے نتیجہ میں جنوری سے ہم نے ان کے مکان پر جمعہ کے روز نماز کے لئے اور اتوار کی شب کو تبلیغی میٹنگ کے لئے جمع ہونا شروع کیا۔ اتوار کی رات کو وہ کئی معززین مرد و مستورات کو مدعو کرتے۔ اور مہمانوں کی چائے۔ مٹھائی۔ اور فروٹ سے بہت عزت و احترام کرتے۔ جزاہم اللہ۔ یہ میٹنگس رات کے بارہ بارہ ایک ایک بجے تک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رہتیں۔ اور بعض اوقات تو کئی دوست دو دو بجے تک بیٹھے رہتے۔ مختلف سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری رہتا۔

نومبائعین:۔ ماہ جنوری ۱۹۳۹ء میں دو بالغ مرد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ۔

"مجلہ پنوجک جالن" کے کاغذ اور طباعت وغیرہ میں بھی تبدیلی کی گئی۔ اب اعلیٰ قسم کا کاغذ استعمال ہوتا ہے۔ اور چھپائی بھی عمدہ ہوتی ہے۔ پہلے بیس صفحوں پر شائع ہوتا تھا اب جنوری سے چوبیس صفحوں پر شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے دن بدن مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اسکو باقاعدہ رکھنے اور اعلےٰ سے اعلےٰ طرز پر لانے کی رہنمائی ومدد فرمائے۔ اور اس کے عمدہ نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

مکرم محمد سورو سو صاحب اور مکرم سر یڈو صاحب دونوں ایڈیٹر ہیں۔ اور ایک زیر تبلیغ غیر احمدی دوست جو کہ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں B.E.D. ہیں۔ رسالہ کے مینیجر ہیں۔ یہ صاحب کئی سال عیسائی بھی رہ چکے ہیں۔ اب اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے مسلمان ہیں۔ اور ہمارے بہت قریب ہیں۔ ابھی تک بیعت نہیں کی۔ احباب دعا کریں۔ کہ مولیٰ کریم ان کے دل کو قبولیت کے لئے جلدی کھولے۔ آمین ان کی اہلیہ ایک اعلےٰ تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ جو کہ یہاں کی ایک مستورات کی انجمن کی صدر ہیں۔ مولیٰ کریم ان دونوں میاں بیوی کو قبولیت کی جلد توفیق دے۔ آمین اللّٰہم آمین۔

بالآخر احباب کرام سے درخواست ہے۔ کہ احباب مجھ ناچیز کے لئے اور یہاں کی جماعت کی ترقی۔ اور نومبائعین کی استقامت وترقی ایمان کے لئے نیز میری صحت وخاتمہ بالخیر کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو توفیق دے۔ اور میری پردہ پوشی وچشم پوشی فرمائے۔ اور مجھے اپنی طرف کھینچے۔ آمین یا رب العالمین۔ والسلام

خادم سید شاہ محمد عفی عنہ (پوروکرتو دجاوا)

دردِ گردہ یا گردہ کی پتھری

یہ دونوں نام دراصل ایک ہی بیماری کے ہیں۔ جب گردوں میں پتھری پیدا ہو جاتی ہے۔ تو صرف پیدا ہو جانے سے چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ گردوں کی جگہ پر ذرا بوجھ سا ہے۔ (گردوں کا مقام کمر سے ذرا اوپر ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں واقعہ ہے) جن کے گردوں میں پتھری ہوتی ہے۔ ان کو ہمیشہ یا کبھی کبھی قبض ہو جاتا ہے۔ یعنی پاخانہ کھل کر نہیں آتا۔ دیر تک بیٹھنا پڑتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو کمر میں درد بھی رہتا ہے۔ گرم اور ترش چیزیں یعنی گوشت۔ سرخ مرچ اچار وغیرہ کھانے سے اور گرم موسم میں سفر کرنے سے پیشاب جل کر آتا ہے۔ اور بعض کو ریت سی چیز پیشاب میں خارج ہوتی ہے۔ لیکن جب پتھری سے چھوٹا سا ٹکڑا ٹوٹ کر پیشاب کی نالیوں میں پھنس جاتا ہے۔ تو پھر خدا کی پناہ شدت سے درد ہوتا ہے۔ جو برداشت سے باہر ہوتا ہے۔ اسی کا نام دردِ گردہ یا قولنج گردہ ہے۔

علاج:۔ ڈاکٹروں میں تو یہی مشہور ہے۔ کہ اپریشن سے پتھری نکال دی جائے۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جان کا خطرہ اور خرچ زیادہ۔

ہمارا طرزِ علاج:۔

"پتھری توڑ عہ"

یہ ایک خاص دوا ہے۔ جو اس بیماری کا کامیاب علاج ہے۔ اس کے استعمال سے پتھری گھل کر پیشاب کے ساتھ خارج ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ساری خارج ہو جاتی ہے۔ اور گردے بالکل خالی ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا تلخ اور بدمزا نہیں۔ قدرے نمکین ہے۔ جو آسانی سے کھائی جاتی ہے۔ تین ماہ تک کھانی چاہیئے۔ تین ماہ کی دوا کی قیمت چھ روپے ہے۔ اور اگر قبض بھی ہو۔ تو "قبض کشا گولیاں عہ" کا استعمال کریں۔

۶۰ گولیوں کی شیشی کی قیمت ایک روپیہ۔

دواخانہ ومطب حکیم مولوی نظام الدین مبلغ
ممتاز الاطباء قادیان ضلع گورداسپور

سُرمہ نُور رجسٹرڈ

قیمت فی تولہ دو روپیہ — قیمت ۶ ماشہ ایک روپیہ

قادیان کا قدیمی مشہور عالم اور بینظیر تحفہ

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا نسخہ اور حضور ہی کے مبارک اور بابرکت نام سے وابستہ اطباء۔ ڈاکٹر۔ رؤساء۔ امراء۔ عوام الناس اور قادیان کی بزرگ ہستیوں کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسم اشتہار بنا رہا ہے۔

ضعفِ بصر۔ ککرے۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ پھولا۔ پڑبال
اندھراتا۔ ناخنہ۔ خارش۔ پانی بہنا۔ سرخی وغیرہ

اور جملہ امراض چشم میں تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بینظیر ثابت ہو چکا ہے۔

نوٹ:۔ منی آرڈر یا ٹکٹ بھیج کر آرڈر دینے والوں کو محصولڈاک کی بچت ہوگی

ملنے کا پتہ

شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان (پنجاب)

مرض ذیابیطس کی — زود اثر کیمیاوی دوا

الذیابیطس!

اگر خدانخواستہ آپ یا آپ کا عزیز ہمسایہ مرض ذیابیطس سلس البول بول الدم میں مبتلا ہے۔ یا کسی بچہ یا عورت کو بول فی الفراش کی شکایت ہے۔ تو الذیابیطس منگا کر قدرت خدا کا کرشمہ دیکھئے گا۔ جس کے تین ہفتہ کے استعمال سے بار بار پیشاب کا آنا۔ پیاس کا زیادہ لگنا۔ پانی پیتے ہی پیشاب کی حاجت ہونا۔ پیشاب میں شکر یا کسی دیگر مادہ کا خارج ہونا۔ گھٹنوں۔ پنڈلیوں میں درد عام۔ بدن میں خشکی وغیرہ عوارض مرض قطعی دور ہو کر گردہ ومثانہ اور جگر کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اسکی صداقت میں صرف اس قدر تحریر کرنا کافی ہے۔ کہ اس کا نمونہ منگا کر تجربہ کیجئے گا۔ اگر چوبیس گھنٹے میں حسب تحریر دوا اپنا سحری اثر کر کے پیشاب اور پیاس کے دوروں میں بیحد کمی نہ کرے۔ تو حلفیہ تحریر کرنے پر نمونہ کی قلیل اجرت ۸؍ واپس کر دی جائیگی۔ قیمت ۶؍ خوراک ۲۱ یوم چھ روپیہ نمونہ صرف ۸؍ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

بلانشتر — فوتہ بڑھ جانے کی اکسیر دوا — بلا آپریشن

نشتر یا آپریشن کی تکلیف سے پہلے آپ اس دوا کو استعمال کیجئے گا۔ جو امراض فوتہ میں خواہ فوتہ میں کوئی تکلیف ہو۔ یعنی فوتہ بڑھ گیا ہو۔ چوٹ لگ گئی ہو۔ آبی ہو یا بادی۔ لحمی ہو یا ریاحی۔ آنت اترتی ہو۔ ریاح غوں غوں بولتی ہو۔ بلا تکلیف کے فائدہ ہوگا۔ ناقص مادہ پسیج پسیج کر رفع ہو جاویگا۔ غرضیکہ یہ دوا امراض فوتہ میں بیحد مفید ہے۔ سینکڑوں لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تین دن میں یہ دوا اپنا اثر کرتی ہے۔ مگر سات یوم تک مسلسل دوائی کا استعمال ضروری ہے۔ ترکیب آسان ہے۔ قیمت فی پیکٹ تین روپے (صہ) محصولڈاک بذمہ خریدار۔ نقالوں سے ہوشیار رہیئے گا۔ کیونکہ سوائے یہاں کے اور جگہ نہیں مل سکتی ہے۔ برسوں سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دیگر امراض مخصوصہ خواہ عورتوں کو ہو یا مردوں کو۔ خطوط کے ذریعہ بیحد مجرب دوا ارسال ہوگی۔

پتہ:۔ **مطب حکیم ظہیر الحسن (میونسپل کمشنر) متھرا (یو۔پی)**

جنرل سروس کمپنی:۔ تعمیر عمارت۔ مرمت اور سفیدی وغیرہ کا کام ٹھیکہ اور کمیشن پر ہوتا ہے۔ زمین کی خرید وفروخت۔ نقشہ جات۔ سروے کا کام۔ وصولی کرایہ مکانات معمولی کمیشن پر ایک اوورسیر کی۔ اور بجلی کی فٹنگ وغیرہ کا کام ایک سپروائزر کی زیر نگرانی کرایا جاتا ہے۔ احباب کمپنی کی خدمت سے فائدہ اٹھاویں۔ اس وقت بھی چند باموقعہ قطعات مختلف محلہ جات میں قابل فروخت ہیں۔ (مینیجر کمپنی)